اللہ
ہزار
آئینہ
حمد
نعت
منقبت
سلام
فیروز ناطق خسرو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہزار آئینہ

(حمد، نعت، منقبت، سلام)

فیروز ناطق خسرو

کتاب	✣	"ہزار آئینے"
شاعر	✣	فیروز ناطق خسروؔ
سرورق	✣	فیروز ناطق خسروؔ
تزئین	✣	محمد نعمان طاہر
بار اوّل	✣	2017ء رمضان المبارک 1438ھ
تعداد	✣	500
نگرانِ اشاعت	✣	محمد نعمان طاہر
قیمت	✣	400/= روپے

کتاب کے حصول کے لیے رابطہ
(Cell: 0323-2589098)
E-Mail: ferozekhusro@yahoo.com

ناشر

جہانِ حمد پبلی کیشنز

نوشین سینٹر، دوسری منزل، کمرہ نمبر 19، اُردو بازار، کراچی
(Cell: 0343-2278878)
E-Mail: m.nomantahir@gmail.com

﴿انتساب﴾

مسلمہ خاتون نہاںؔ
والدۂ مرحومہ (ذاکرۂ اہلِ بیت)
کے نام

تعارف

نام	✣	فیروز ناطق
تخلص	✣	خسرو
والد کا نام	✣	ناطق بدایونی
والدہ کا نام	✣	مسلمہ خاتون نہاں
تاریخ پیدائش	✣	19-11-1944
مقامِ پیدائش	✣	بدایوں (انڈیا)
تعلیم	✣	ایم اے (اردو)
		ایم اے (اسلامک ہسٹری)
		بی ایس سی (وار اسٹیڈیز)
ملازمت	✣	اسکواڈرن لیڈر (ریٹائرڈ) پاکستان ائرفورس
شادی	✣	1975
اہل و عیال	✣	سلمہ فیروز (اہلیہ) ، علی خرم پاشا (بیٹا)
		حنا زہرا فراز (بیٹی) ، محسن عباس پاشا (بیٹا)

Cell: 0323-2589098
E-Mail: ferozekhusro@yahoo.com

وصیت

ہونٹوں پہ حمد، نعت و مناقب، سلام ہوں
جو ''آئینہ ہزار'' مقابل ہو صبح و شام

بعد از سلام نذر کروں گا یہی سخن
منکر نکیر شوق سے پوچھیں نشان و نام

میری لحد میں ہو مرے سینے پہ یہ کتاب
اولاد پر ہے فرض وصیت کا احترام

خسروؔ بروزِ حشر شفاعت کے واسطے
پیشِ حضورؐ جاؤں گا لے کر یہی کلام

(ف ن خ)

''بعد حمدِ ربِّ جلیل''

(دعائے خسروِ بے نوا)

خالقِ کل ، اَے وجودِ بے مثال
اَے مرے مالک ، خدائے ذوالجلال

ہو کرم تیرا تو یہ پھولیں پھلیں
فیض سے تیرے یہ پودے ہوں نہال

زینؔ ، زاراؔ و ثناؔ ، ایلیؔ ، زہیر ۱
محسنؔ و زہراؔ ، انشبہ و عشالؔ ۲

ماہ رخؔ ، اعظمیؔ ، حناؔ زہرا ، مہکؔ ۳
خوب صورت ، نیک سیرت ، خوش خصال

میرے سب بچوں میں ہیں سب خوبیاں
ایک سے ہے ایک بڑھ کر باکمال

ان کے دم سے ہے مرے گھر میں بہار
ان کو دیکھے سے طبیعت ہے بحال

ہے دعا خسروؔ کی ہوں یہ شاد کام
عزت و شہرت ملے ، اونچا ہو نام

۱،۲ ـــ بیٹے، بہوئیں، پوتے، پوتیاں
۳ ـــ داماد، بیٹی، نواسیاں

فہرست

حمد

﴿نعت﴾

﴿مناقب﴾

﴿سلام﴾

﴿قطعات﴾

فیروز ناطق خسرو

احوالِ واقعی

میں 19 نومبر 1944 کو ہندوستان کے شہر بدایوں میں پیدا ہوا پاکستان کے قیام کے بعد ہم سب لوگ سندھ کے شہر خیر پور میرس میں آ کر آباد ہو گے۔ ہمارے بڑے تایا علامہ واثق بدایونی حیدر آباد (دکن) میں ہی رہے۔ ہم سب بھائیوں کے نام انہوں نے ہی رکھے۔ میرا نام خسرو پاشا تجویز کیا گیا۔ باقی چار بھائیوں کے ناموں میں بھی پاشا شامل ہے۔ اسکول میں داخلے کے وقت والد صاحب نے نجانے کیا سوچ کر میرا نام خسرو پاشا کی بجائے فیروز ناطق لکھوایا (خود ان کا تخلص ناطق بدایونی تھا)۔ ہم سات بہن بھائی، گھر کی فضا شعر و ادب سے معمور، سب ہی سخن فہم و سخن شناس لیکن ۔

"ایں سعادت بزورِ بازو نیست"

✧

حاصل کسی کسی کو ہوئی قدرتِ سخن
ذوقِ سخن وگرنہ برابر کا سب میں تھا

میں نے جب شعر کہنا شروع کیا تو ابتدا میں فیروز ہی تخلص کیا لیکن بعد میں یہ سوچ کر کہ والد صاحب (حضرت ناطق بدایونی) انفارمیشن آفیسر ہیں، کہیں لوگ مجھے اس وجہ سے غیر ضروری اہمیت نہ دیں اپنا تخلص خسرو رکھ لیا۔ (جس نام سے مجھے خاندان میں بلایا جاتا ہے) یوں ادبی حلقوں میں فیروز ناطق کے بجائے میں نے خود کو فیروز خسرو کی حیثیت سے متعارف کرانے کی کوشش کی۔
ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے کچھ خاص صلاحیتوں کے ساتھ دنیا میں بھیجا ہے۔ ضرورت

ہے کہ ہم انہیں دریافت کریں۔ جہاں تک شاعری کا تعلق ہے تو اس کے لیے نہ تو عشق و محبت ضروری ہے نہ سگریٹ کے مرغولے فضا میں چھوڑنا، نہ شراب و شباب سے دل بہلانا۔

شاعری عطیۂ خداوندی ہے۔ طبیعت کی موزونیت شرطِ اوّلیں ہے اور دلِ درد آشنا اس کے لیے مہمیز۔

میں اگر شاعری نہ کرتا تو کہانیاں لکھتا یا کاغذ پر لکیریں کھینچتا، ان میں رنگ بھرتا اور پھر آئینے کو سامنے رکھ کر کینوس کے پس منظر سے اُبھرنے والے مانوس نقوش کو پہروں تکتا رہتا ؎

جب بناتا ہوں میں کوئی تصویر
اُوڑھ لیتا ہوں اک نیا چہرہ

مجھے اتنا یاد ہے کہ میں نے شعر کہنے سے پہلے کہانی لکھی بلکہ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ کہانی کہی۔ ایک دن میں نے عموں جان (ابا) سے کہا کہ میں نے کہانی کہی ہے۔ اس وقت میری عمر چند برس کی تھی، نہ لکھنا آتا نہ پڑھنا۔ میں بولتا گیا اور عموں جان لکھتے گئے۔ یوں پہلی کہانی لکھی گئی ابا محکمۂ اطلاعات میں تھے اس لیے وہ کہانی اس وقت کے ایک پرچے (استقلال) میں چھپ گئی پھر ایک روز میں نے سلیٹ کے اوپر لکیریں کھینچیں اور بڑے فخر سے گھر میں ان کی نمائش کی کہ میں تصویریں بنانے لگا ہوں۔

ساتویں جماعت میں پہنچا تو ایک دن اسکول پیدل جاتے ہوئے آسمان پر چھائے ہوئے بادل اور فضا میں لہراتے رقص کرتے پرندوں کو دیکھ کر بے اختیار دل کی خواہش زبان سے کچھ یوں ادا ہوئی ؎

فضا میں یہ اُڑتے پرندوں کے جھنڈ
کتنے آزاد ہیں، کتنے مختار ہیں

یہ میرا پہلا شعر تھا، اگر اسے شعر کہا جائے۔

اسی دوران میں خیرپور پبلک لائبریری کا ممبر بن گیا۔ تین بجنے سے پہلے لائبریری کے دروازے پر موجود ہوتا۔ دروازہ کھلتا تو صفائی والے ملازم کے ساتھ ساتھ میں بھی اندر داخل ہوتا

اور الماریوں کے درمیان کرسی ڈال کر اردو کی کوئی بھی کتاب لے کر پڑھنے بیٹھ جاتا۔ سات بجے لائبریری بند ہوتی، تو کرسی سے بمشکل اٹھا جاتا۔ یہ میرا روز کا معمول تھا۔ (اہلِ علم و دانش کو یقیناً علم ہوگا کہ خیر پور میرس کی پبلک لائبریری اپنے ذخیرۂ کتب کے لحاظ سے کس اہمیت کی حامل ہے)۔

دسویں جماعت تک میں نے لائبریری میں موجود اردو کی ہر کتاب پڑھ ڈالی تھی۔ ناول، تراجم، شاعری یہاں تک کہ جامعہ عثمانیہ (حیدر آباد دکن، انڈیا) کے تحت شائع ہونے والے رسالۂ طبعیات و رسالۂ کیمیا میں موجود سائنسی اصطلاحات کا اردو ترجمہ بھی۔

1962 میں میٹرک کیا اور یہی میری باقاعدہ شاعری کے آغاز کا سال ٹھہرا۔ کالج میں میرے اردو کے استاد محترم عنایت علی خاں تھے (طنز و مزاح کی شاعری کا ایک ممتاز حوالہ) بعد کے دنوں میں ڈاکٹر آصف جاہ کاروانی (پرنسپل) اور ڈاکٹر احمر رفاعی ہم سائنس کے طالب علموں کو اردو پڑھاتے رہے۔ پروفیسر منظر ایوبی (جنہیں ہم منظر چچا کہتے تھے) اور پروفیسر عبداللہ جاوید کا سلوک بھی ہمیشہ مشفقانہ اور مربیانہ رہا۔

میری شاعری کے حوالے سے میری تربیت میں میرے والدین کا بڑا حصہ رہا۔ والدہ (مسلمہ خاتون نہاں) سے میں نے ابتدائی فارسی اور اردو پڑھی، وہ خود بھی موزوں طبیعت رکھتی تھیں، حکیم راحت علی خاں حاذق امروہوی کی صاحبزادی جو تھیں۔

ایک سال تک میں خاموشی سے شعر کہتا رہا، والدہ رازدار تھیں، والد صاحب سخت خلاف، پھر ایک دن یہ راز فاش ہوگیا کہ صاحبزادے شاعر بھی ہیں۔ ڈانٹ ڈپٹ کے بعد مشاعروں میں اپنے ساتھ لے جانے لگے۔ طرحی مشاعروں کا رواج تھا، جوں جوں دن قریب آتے جاتے، پوچھتے شعر کہے، نفی میں جواب پر ڈانٹ کی صورت میں داد ملتی۔ آخری دن پانچ شعر کہہ کر پیش کیے جاتے تو پھر ڈانٹ "یہ کیا کہا ہے، اور کہو" یوں فوری شعر کہنے (فی البدیہہ) کی عادت پڑی، ساتھ ہی ساتھ زیادہ اشعار۔

قطعہ ہو یا رباعی، غزل ہو یا نظم (پابند، آزاد، نثری نظم) میں نے کبھی شعوری طور پر یہ کوشش نہیں کی کہ کسی خاص بحر، ردیف قافیہ یا مشاعرہ کا ماحول دیکھتے ہوئے شعر کہوں، خیال اپنے ساتھ

شعر کی ہیئت، لفظیات اور علامات (symbols) بھی لاتا ہے۔ مشکل زمینوں میں اشعار کہنا اور زیادہ کہنا میرا دانستہ یا شعوری عمل نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ میں اپنی علمیت کا رعب ڈالنے کے لیے کرتا ہوں، (جیسا کہ بعض احباب سمجھتے ہیں) ورنہ مجھے تو آج بھی اپنی بے بساطی اور کم مائیگی کا احساس جکڑے ہوئے ہے۔

خسرو مجھے ہے آج بھی اُس حرف کی تلاش
وہ حرف جو سخن کو توانائی بخش دے

مجھے باقاعدہ شعر کہتے ہوئے 50 سال سے زیادہ کا عرصہ بیت گیا۔

پوچھا کہاں ہیں میرے سخن کے پچاس سال
آئی صدا کہ رخ سے ہٹا گردِ ماہ و سال

اسی گردِ ماہ و سال کے ساتھ ائرفورس کی ملازمت کے دوران پاکستان کے مختلف شہروں میں رہنے کا موقع ملا۔

اُفتاد کیا پڑی تھی جو سیکھے فنونِ حرب
خسرو ترا مقام تو شعر و ادب میں تھا

ملازمت کے 25 برسوں میں ''رزمِ حق و باطل'' کے ساتھ ساتھ ''حلقۂ یاراں'' کی کشش نے اندر کے شاعر کو "robot" نہیں بننے دیا۔ کوہاٹ، رسالپور، پشاور، سرگودھا، کوئٹہ، پنڈی، اسلام آباد، غرض جہاں بھی پوسٹنگ ہوتی ہر جگہ شعر و ادب کی محفلیں سجتیں۔

اردو زبان سے محبت کرنے والے، رنگ و نسل، ذات پات نہیں دیکھتے، پیار و اخلاص کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ تخلیق کار اگر ایک شہر میں نہیں ہے تو وہ کسی نہ کسی جگہ تو "IN" ہے، شاعری کا سفر رُکتا نہیں، شاعر کے مقام کا تعین اس کا کلام کرتا ہے نہ کہ کسی مخصوص شہر میں قیام کا دورانیہ، میں جس شہر میں بھی رہا مجھے ہر جگہ محبت، احترام اور خلوص ملا۔

غزل، نظم و دیگر اصناف سخن میں طبع آزمائی کے نتیجے میں اب تک میرے کئی شعری مجموعے آچکے ہوتے مگر ملازمت کی کل وقتی مصروفیت اور گھریلو ذمہ داریوں نے سوچنے کا موقع ہی نہ دیا۔ 2010ء میں والد مرحوم کی شاعری کا انتخاب شائع کیا۔

اس کے بعد ایک طویل عرصے تک مصروفیات نے سر اٹھانے کو موقع نہ دیا۔ گزشتہ برس کچھ فرصت ملی تو پھر اپنی طرف توجہ دی، تمام منتشر کلام کو یک جا کرنے بیٹھا جس کے نتیجے میں ان چند مہینوں میں غزلوں، نظموں اور قطعات پر مشتمل میری شاعری کے اب تک پانچ مجموعے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ عمرِ عزیز کے 72 سال لگتا ہے پلک جھپکتے میں گزر گئے۔ زندگی نہ جانے کب داغِ مفارقت دے جائے، یہی سوچ کر آج کل اپنا بقیہ کلام بھی ترتیب دینے کی کوشش میں مصروف ہوں۔

میں اپنے رب کا انتہائی شکر گزار ہوں جس نے مجھے حوصلہ اور میرے قلم کو طاقت عطا کی۔

اگر میں اپنے اہل و عیال کا ذکر نہ کروں تو یہ ناانصافی ہوگی کہ جنہوں نے میری باقی ذمہ داریاں خود سنبھال کر مجھے یکسوئی مہیا کی، خصوصاً میری اہلیہ جن کے وقت کا بیشتر حصہ میں نے اپنے اس ذاتی کام میں صرف کیا اور اس کے باوجود اس اللہ کی نیک بندی نے نہ صرف میرے آرام و آسائش کا ہر طرح سے خیال رکھا بلکہ کتابوں کی ترتیب و تدوین میں بھی میری مدد کی۔

میں بہت ممنون ہوں حجت الاسلام مولانا عون محمد قبلہ اور محترم ڈاکٹر سراج احمد قادری (انڈیا) کا جنہوں نے اس کتاب کے مندرجات کے حوالے سے اپنے گرانقدر خیالات کا اظہار کیا۔

آخر میں "جہانِ حمد پبلی کیشنز" کے روحِ رواں برادرم طاہر سلطانی (شاعرِ حمد و نعت) اور عزیزم حافظ محمد نعمان طاہر کا شکریہ جن کی خصوصی توجہ سے میری تمام کتب بشمول "ہزار آئینے" زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر احباب تک پہنچیں۔

ڈاکٹر سراج احمد قادری (انڈیا)

''ہزار آئینہ''

خدا کی حمد کرتے ہیں!
جو ہیں بے رنگ تصویریں
ہم ان میں رنگ بھرتے ہیں!

(فیروز ناطق خسرؔو)

فیروز ناطق خسرؔو کی مندرجہ بالا سطور نے کئی دنوں تک مجھے مضطرب رکھا میں بار بار سوچتا رہا کہ ایسا کیوں ہے جب کہ ان کے اس مجموعۂ کلام میں اور بہت سے خوبصورت حمدیہ ونعتیہ اشعار موجود ہیں۔ اچانک میرے شعور وفکر نے میری رہنمائی کی اور میری پرتوِ فکر پر عظیم نعت گو اور نعت شناس حضرت رضاؔ بریلوی کا درج ذیل شعر نمودار ہوا جس سے میری باچھیں کھل گیں اور میں خسرؔو صاحب کے ان نظمیہ اشعار کو پڑھ کر پھڑک اٹھا۔ ملاحظہ ہو حضرت رضاؔ بریلوی کا وہ شعر، فرماتے ہیں ۔

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے، انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

آپ دیکھیں کہ مولانا احمد رضا خاں رضاؔ بریلوی نے کس طرح اس بے رنگ ونور کائنات کو حضور سید عالم نور مجسم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے نور اور خوشبو سے رنگ کر رنگ ونور کا پیکر بنا دیا ہے۔ فیروز ناطق خسرؔو نے بھی اپنے اس مجموعۂ کلام میں کچھ اسی طرح کی فن کاری کے جوہر دکھائے ہیں۔ شاید اسی وجہ سے شاعر یا فن کار کو مصوّرِ فطرت بھی کہا جاتا ہے۔ وہ اپنی

جولانیٔ طبع سے فن کاری کے ایسے ایسے نمونے دنیائے اہل فن کے سامنے پیش کرتا ہے کہ جسے دیکھ کر لوگ حیرت واستعجاب کے سمندر میں ڈبکیاں لینے لگتے ہیں۔

بے رنگ تصویروں میں رنگ بھرنا بڑا ہی نازک اور شیشہ گری کا کام ہے۔ فی نفس الامر میں اس کو فن شناس ہی سمجھ سکتا ہے، وہی جان سکتا ہے کہ کس تصویر میں کون سا رنگ کہاں زیب دے گا، کس رنگ کو کہاں بھرنے سے تصویر میں جان پیدا ہوگی۔ ایک اور شعر مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہی کا ملاحظہ فرمائیں۔

آئینۂ سیم میں ہے ترے آنچل کی جوت
لائی روپہلی بنت تیری سنہری کرن

فاضل بریلوی نے اپنے اس شعر میں چاند کے خاکے کو مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے نور سے کس طرح مزین کیا ہے۔ اُسکی شرح وتوضیح کرنے والوں نے اس طرح اُسکی شرح وتوضیح کی ہے۔ یعنی چاند کہ یہ سفید روشنی تیرے ہی آنچل کی جوت اور چمک دمک ہے تیری سنہری کرنوں ہی نے چاند کی روشنی کو بنت سفید بنا دیا ہے۔ چاند کی یہ روشنی تیری ہی روشنی کا صدقہ ہے۔

آپ نے دیکھا کہ حضرت رضا بریلوی نے چاند کے خاکے کو، یا چاند کی بے رنگ تصویر کو کس طرح نور مصطفیٰ ﷺ سے مزین کیا ہے جس سے کہ چاند کی خوبصورتی دوبالا ہو گئی ہے۔ مفہوم کی مزید وضاحت کے لیے میر تقی میر کی مشہور غزل کے اس شعر کو دیکھیں۔

نازکی اس کے لب کی کیا کہیئے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

میؔر نے محبوب کے لب ہائے نازک میں جو گلاب کی شادابی اور رنگت سے ارتسام کیا ہے اس سے وجدان اور روح دونوں پر جو نشاطی کیفیت طاری ہوتی ہے وہ عجب ہی ہے، جسے بیان نہیں کیا جاسکتا، صرف محسوس کر کے لطف اندوز ہوا جاسکتا ہے۔

نعت گوئی کے فن کے ماہرین کا فرمان ہے کہ یہ فن بہت ہی نازک اور باریک ہے اس

لیے کہ اس کا ایک سرا اُلوہیت اور دوسرا سرورِ کائنات حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان رفعت سے ملا ہوا ہے۔ اگر نعت گو روحی فداجناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان رفیع سے آگے بڑھتا ہے تو اُلوہیت میں داخل ہو جاتا ہے اور فرو ہوتا ہے تو تنقیص مصطفیٰ ﷺ کا مرتکب قرار پاتا ہے۔ ماہرینِ فن کے اس کڑے فرمان کے باوجود نعت گو شعرا کا قافلہ جس سرشاری اور ذوق جنوں کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے وہ ایک نئے منظر نامے کی نمود کا مشارٌ الیہ ہے چنانچہ صبیح رحمانی تحریر فرماتے ہیں۔

''اس عہد کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ نعت اس درجہ مقبول ہوئی کہ ترقی پسند شعرا نے بھی نعتیہ ادب کی تخلیق میں خصوصی دل چسپی لی۔ مختلف افکار ونظریات رکھنے والے تخلیق کاروں اور اہل نقد کے نعت اور نعتیہ ادب کی طرف متوجہ ہونے کا پہلا اہم نتیجہ یہ سامنے آیا کہ نعتیہ ادب کے روایتی اسالیب میں ادبی عناصر بھی داخل ہوئے اور اس طرح نعتیہ ادب میں فکر واظہار کے نئے در وا ہونے لگے اور اسلوبیاتی سطح پر بھی تازگی محسوس ہونے لگی۔ اسی دور میں اسلامی ادب کی تحریک سے وابستہ شعرا نے نعت کو تبلیغی مقاصد کے لیے بھی بروئے کار لانے کے امکانات کا جائزہ لیا اور انہیں اپنے اپنے انداز سے تخلیقی تجربے میں ڈھالا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ادب وفکر کے سانچے میں اسلامی اقدار اور اسلامی تعلیمات اور اسلامی روایت سے مملو ایک نیا منظر نامہ نمود کرنے لگا۔''

لے اردو نعت کی شعری روایت۔ صبیح رحمانی۔ اکادمی بازیافت، کراچی، ص ۱۷۔

عصر حاضر میں نعتیہ ادب کی تنوع اور اس کے فروغ وارتقا پر شعرائے کرام اپنے فکر وفن کا مظاہرہ کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں جس سے فروغ نعت کی وسعتوں اور اس کے امکانات میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ نعت گوئی کا یہ سلسلۂ دراز روزِ ازل سے شروع ہو کر تاہنوز فروغ پزیر ہے اس کے باوجود حال یہ ہے کہ ہر نعت گو یا نعت نگار کو یہ احساس ہے کہ اس نے جو کچھ بھی سید الانبیا انیس بیکساں ﷺ کی شان میں کہا ہے وہ مکمل نہیں ہے۔ اس لیے کہ ممدوحِ کائنات ﷺ کا مقام ومرتبہ اس سے ماسوا ہے جو کچھ اس نے کہا ہے۔ انکے مقام ومرتبے کی یہ رفعت وبلندی کسی اور سبب سے نہیں بلکہ کریم ربّ کے اس فرمان وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

اور اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً کے سبب ہے۔ جب ربّ کریم خود ہی ان کے ذکر کو بلند کرنے اور ان پر درود و سلام بھیجنے میں مصروف ہے تو اس کے بندوں کی کیا بساط کہ وہ مدحتِ مصطفیٰ ﷺ کا حق ادا کر سکیں۔ اسی سبب تو عاشقِ مصطفیٰ ﷺ حضرت شیخ سعدیؔ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ تھک ہار کر اپنی عاجزی کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

چہ وصفت کند سعدیؔ نا تمام
علیک السلام اے نبی السلام

سرِ خیل نعت گو شعرائے کرام کی اس طرح کی عاجزی کے اعتراف کے باجود اگر عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ نعت نگاری میں شب روز مصروف ہیں تو وہ انکی مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے غایت درجہ محبت و عقیدت اور اللہ جل شانہ کے حکم کے باعث ہے، علامہ اقبالؔ شیریں مقال کی زبان میں۔

مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الا اللہ

انہیں عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ میں فیروز ناطق خسروؔ بھی ہیں جن کا دل انکی محبت سے سرشار اور روح مخمور ہے۔ جنہوں نے مختلف اصناف اور مختلف نشاطی لب و لہجے میں اپنی عقیدت و محبت کے ہدایہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کئے ہیں۔ انکا مجموعہ کلام "ہزار آئینہ" حمد، نعت، مناقب اور سلام کا ایسا گراں بہا مجموعہ ہے جس کا ایک ایک شعر عشقِ مصطفیٰ ﷺ پر صاد ہے۔ انکے کلام میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی تڑپ ملاحظہ کرنے سے پہلے عشق کے مفہوم اور اسکی تاثیر کو غالبؔ کے انداز میں ملاحظہ فرمائیں۔

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزہ پایا
درد کی دوا پائی، دردِ بے دوا پایا

◇

درحقیقت زیست کا مزہ عشق ہی سے ہے اور جسے عشق کا درد میسر نہیں اسکی زندگی بے معنی ہے۔ اور اگر قسمت سے اللہ اور اسکے پیارے رسول ﷺ کے عشق کا درد میسر ہو جائے تو پھر زندگی اپنا مقصد پالے۔ چنانچہ فیروز ناطق خسرو اپنے ایک حمدیہ شعر میں فرماتے ہیں۔

جدھر جائیں اسی کا نقشِ پا ہے
یہ دنیا کیا ہے اک حیرت کدہ ہے

فیروز ناطق خسرو صاحب کی ربِ کریم سے محبت ہی تو ہے کہ انہیں ہر سمت اسی کا جلوہ نظر آرہا ہے، وہ اسی کے عشق میں کھوئے ہوئے ہیں اسی لیے ان کو یہ دنیا حیرت کدہ معلوم ہو رہی ہے۔ انہوں نے اس شعر میں ربِ تبارک وتعالیٰ کی محبت اور اس کے وجود سے جو رنگ بھرا ہے اس کے سبب یہ کائنات انکو اسکی قدرتوں کی جلوہ گاہ نظر آرہی ہے۔ ان کے اس شعر کو پڑھ کر بے ساختہ زبان پر آمَنتُ بِاللّٰہِ آجاتا ہے۔

فیروز ناطق خسرو کے یہاں جدیدیت اور لب ولہجے کا جو نیا پن ہے وہ بہت خوب ہے۔ ان کے اس مجموعہ کلام کو ایک نظر دیکھنے کے بعد کوئی بھی باذوق پڑھے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ ان کے لب ولہجے اور جدیدیت کی نشاط آگیں مقناطیسیت سے کوئی بھی صاحب نظر اپنا دامن بچا نہیں سکتا۔ وہ ذوق ووجدان کو نئی ترکیبوں سے آراستہ کر کے پیش کرنے کا فن جانتے ہیں۔ اس حوالے سے انکی ایک حمدیہ نظم بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

"مرا یہ دعویٰ غلط نہیں ہے"

ملا جو کل وہ تو میں نے پوچھا
عزیز میرے!
رفیق میرے!
سُنا ہے تم نے کیا ہے دعویٰ
کہ جانتے ہو

تم اُس کے بارے میں خود سے بہتر!

یہ بات سُن کر وہ ہنس کے بولا
مرا یہ دعویٰ غلط نہیں ہے!
کہ خود سے بہتر میں اُس کے بارے میں جانتا ہوں!
یہ جانتا ہوں کہ میرے بارے میں مجھ سے بہتر
وہ جانتا ہے!
تمھارے بارے میں جانتا ہے
وہ سب کے بارے میں جانتا ہے
وہ سب سے بہتر!

اندھیری راتوں میں کالی چادر سے منھ چھپائے
مسافروں کی مسافتوں سے بھی باخبر ہے!
سیاہ پتھر میں گھر بنائے
نظر سے اوجھل
سیاہ کیڑوں کی حاجتوں سے بھی باخبر ہے!
وہ معتبر ہے!

خود اُس کا کہنا ہے میرے بندو!
تمھاری ماؤں سے تم کو بہتر میں جانتا ہوں!
تمھاری تخلیق کے عمل سے
تمھاری تخلیق کے عمل تک کا ہر ارادہ
میں جانتا ہوں!

جو خوف ذہنوں میں تم لیے ہو
جو وسوسوں کو دلوں میں اپنے جگہ دیے ہو
مجھے بتاؤ
قریب آؤ!
ندیم بھی ہوں!
حکیم بھی ہوں!

دکھے دلوں کی بھی آس ہوں میں!
تمھاری سوچوں کی حد سے بڑھ کر
تمھاری شہ رگ کے پاس ہوں میں!

عزیز میرے!
رفیق میرے!
جو کچھ بھی اُس نے کہا وہ سچ ہے!
میں جانتا ہوں

میں اس حقیقت کو مانتا ہوں
مرا یقیں ہے!
مرا یہ دعویٰ غلط نہیں ہے
کہ جانتا ہوں
میں تم سے بہتر
میں اپنے بچپن کے دوستوں سے بھی اُس کو بہتر!
میں اُس کے بارے میں

خود سے بہتر!
ندیم ہے وہ!
حکیم ہے وہ!
وہ میری سوچوں سے بھی سوا ہے
خزاں کے موسم میں دل کے اندر
گلاب تازہ کی باس ہے وہ!
کہ میری شہ رگ کے پاس ہے وہ!!

فیروز ناطق خسرو صاحب نے بلا کی نشاطی وجدت آمیز طبیعت پائی ہے۔ وہ اپنی افتاد طبع کے پیش نظر اپنے ہر محسوسات کو جدیدیت کے خوشنما رنگ میں مرتسم کر کے پیش کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ میری سمجھ سے یہی جذبہ ہر ایک شاعر کے اندر ہونا چاہیے اس لیے کہ روایتی شاعری میں انجذاب فکر و نظر نہیں ہوتا، جدیدیت ہی کو شرف قبولیت حاصل ہے۔ عربی مقولے کے پیش نظر **کُلُّ جدیدٍ لَذیذٌ**۔ ہر نئی چیز لذیذ ہوا کرتی ہے۔

جدیدیت ہی کے پیش نظر انہوں اپنے اس مجموعہ کلام میں ۳۲ رحمد باری تعالیٰ شامل کی ہیں۔ ان حمد باری تعالیٰ میں انہوں نے اپنی افتاد طبع کے ایسے گل وگلاب کھلائے ہیں کہ جنکی خوشبو روح و مشام جاں کو مہکا کر ہی رہتی ہے۔ جن کا آہنگ یا تو آزاد نظم کی شکل میں ہے یا پھر پابند نظم کی شکل میں، ہم انکو آزاد حمد یہ نظم یا حمد یہ نظم بھی کہ سکتے ہیں۔ آپ انکی جدت پسند طبیعت کا اندازہ ان حمد پاک کے عناوین سے بھی لگا سکتے ہیں، جنکی تفصیل فہرست میں درج ہے۔ ابھی آپ نے آزاد نظم کی شکل میں ایک حمد پاک ملاحظہ کی اور انکی لسانی وفنی خوبیوں سے اپنے قلب و روح کو مسرور کیا آپ نے خود ہی محسوس کیا ہوگا کہ اس حمد پاک میں فن کی جو لطافت، زبان کی حلاوت، آہنگ کی جدت، خیالات کی نیرنگی ہے، وہ بیکراں ہے۔ انکی ایک اور حمد پاک جو آزاد نظم کی ہی شکل میں ہے جسے انہوں نے حج بیت اللہ کے مبارک موقع پر کہی ہے، اس پوری حمد پاک میں بھی جو خلوص اور صداقت کی جلوہ ریزی ہے وہ دیدنی ہے۔ اس میں بھی انہوں نے اپنے لطیف جذبات کو جس

انداز میں بیان کیا ہے کوئی بھی پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس حمدیہ نظم کی خوبی یہ ہے کہ اس میں پوری دنیا کے انسانوں کی ایک بڑی تعداد کی صدائے دل گداز پنہاں ہے جس کی نظیر دنیا کا کوئی بھی ادب اتنے بڑے پیمانے پر انسانوں کے اجتماعی جذبات وخیالات کی ترجمانی پیش کرنے سے قاصر ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

"لبیک اَللّٰھُمَّ لبیک"

اے خدا!
میرا ہر بُنِ مو تیری حمد وثنا میں مصروف ہے
غلاف کعبہ سے اُٹھتی ہوئی مسحور کُن مہک
میرے رگ وریشۂ بدن کو معطر کیے ہوئے ہے!
اور قفسِ عنصری میں مقید طائرِ جاں
آزاد ہونے کے لیے بیتاب!
اپنی عمر کے گزشتہ ۷۰ سال کی
سعیِ لاحاصل کا گوشوارہ ترتیب دینے کے لیئے
میرے قلم میں طاقت ہے نہ زبان وبیان میں
الفاظ تراشنے کی جرات!

بجز اس ایک لمحے کے
جب میں اپنے تمام تر وجود کے ساتھ
اُس دن کو یاد کر رہا ہوں
جب میرے قویٰ مضبوط تھے اور بازو فولاد!
میرے علی نے نیا نیا چلنا سیکھا تھا!
مجھے وہ دن بھی یاد آ رہا ہے!

جب میں اپنے بازو دراز کرتا تو میرا لختِ جگر
دوڑتا ہوا میری طرف آتا
اور میرے بازوؤں کے حصار میں پناہ لے لیتا!
بے خوف و بے خطر، میرا یہ معصوم بیٹا
میرے سینے کی گرمی اپنے جسمِ ناتواں میں منتقل کرتا رہتا!

اے ربِّ کعبہ آج میں اپنی عمر کی آخری منزل میں
اپنے اُسی معصوم بیٹے کو سہارے کی لاٹھی بنائے
منتوں مرادوں کا کشکول تھامے
تیرے گھر کے گرد چکر لگا رہا ہوں!
درِ کعبہ اور حجرِ اسود سے
اپنی پیشانی و لب و رخسار مس کرتے ہوئے
اِس کے فولادی بازوؤں کا حلقہ
مجھے اپنے اطراف امنڈتے ہوئے ہجوم سے
محفوظ رکھے ہوئے ہے!
اور میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز و بے خبر
دیوارِ کعبہ سے ہم آغوش
تجھ سے راز و نیاز میں مصروف ہوں!

محترم فیروز ناطق خسروؔ صاحب کی اس حمد پاک نے مجھے تڑپا کر رکھ دیا۔ میں اپنے ماضی میں کھو گیا، وہی ماضی جسکی واپسی کی لوگ آرزوئیں کیا کرتے ہیں، بیتے ہوئے زندگی کے حسین لمحات کو یاد کر لطف اندوز ہوا کرتے ہیں۔ ۱۹۹۳ء میں جب میری عمر تقریباً ۲۴ سال رہی ہوگی میں اپنے جدِ گرامی الحاج محمد اسحاق نور اللہ مرقدہ کو لیکر حج بیت اللہ شریف کے لیے گیا ہوا تھا۔

اُس وقت میرے دادا کی عمر بھی ۷۰ رسال ہی تھی۔ ۲۳ رمئی ۱۹۹۳ء کو جب میں جدہ ایئرپورٹ پر دادا کو لیکر اُترا اور امیگریشن کے مرحلے سے گزر رہا تھا تو امیگریشن افسر نے میری کم عمری کو دیکھ کر مجھ سے عربی میں میرا نام پوچھا میں نے اپنا نام بتایا اس کے بعد انہوں نے میرے دادا محترم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے انکو عربی میں ہی جواب دیا **جدی الکریم** یہ سن کر انہوں نے فرمایا **انت سعید** اُن کے وہ دعائیہ کلمات آج بھی میرے کانوں میں رس گھولتے رہتے ہیں۔ محترم خسرو صاحب کی اس پوری حمد پاک نے حرمین شریفین کے پورے منظر نامے میری نگاہوں کے سامنے پھر دیا۔ خصوصاً طواف کے دوران، رمی جمرات وغیرہ ارکان کی ادائگی کے وقت جب میرے دادا میرا ہاتھ پکڑ کر چلتے، طواف کرتے اور مقام ابراہیم کے پاس آکر دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد دعائیں مانگتے یہ سارا منظر اس وقت میرے پیشِ نظر رقصاں ہے۔ مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ انہوں نے اس حمد پاک میں اپنے وہ احوال و کوائف اپنے لیے کم میرے لیے زیادہ بیان کیے ہیں۔

میں نے بطور نمونہ کلام انکی پوری کی پوری حمد نقل کی ہے ممکن ہے کسی کے ذہن میں میرے اس طریقے پر سوال پیدا ہو کہ پوری کی پوری حمد نمونہ کلام کے طور پر نقل کرنا کہاں کی دانشمندی ہے تو میں واضح کرنا چاہوں گا کہ نمونہ کلام کے نقل کرنے میں میرا موقف وہی ہے جو پروفیسر جلیل قدوائی کا ہے وہ فرماتے ہیں۔

"چونکہ میں ایک ایک، دو دو متفرق اشعار پیش کر کے کسی شاعر کے انداز سخن اور اس کے کلام کے حسن و قبح پر کوئی دلیل قائم کرنا محکم طریقہ کار نہیں مانتا اگرچہ شاعر کے متفرق اچھے اشعار کو انکی ذاتی خوبیوں کے لحاظ سے داد و تحسین کا بالکل غیر مستحق بھی نہیں سمجھتا۔"

۲۔ ماہنامہ القول السدید۔ محمد طفیل شمارہ مارچ تا مئی ۱۹۹۳ء ادارہ غوثیہ رضویہ، کرم پارک مصری شاہ، لاہور ص ۳۷

اگرچہ میں نے ان کے کلام سے پوری کی پوری حمد اور نعت بطور نمونہ کلام آپ کو نذر کی ہے مگر حال یہ ہے کہ دل نہیں بھرا، میں محوِ حیرت ہوں کہ ان کے کلام سے کس کو پیش کروں اور کس کو ترک کروں، ان کے جس کلام پر بھی نظر پڑتی ہے اپنی جانب متوجہ کر لیتا ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

کرشمہ دامن دل می کشد کی جا اینجا است

نعت جیسی انفرادی صنف جہاں فرطِ نیاز مندی و جوشِ عقیدت، احترامِ رسالت و پابندی شریعت قدم قدم پہ دامن گیر ہو وہاں فکروفن کے جلوے بکھیرنا کتنا مشکل کام ہے مگر خسؔرو صاحب کی نعت کے فن پر گرفت تو دیکھیں کہ وہ کس ذوق و شوق کے ساتھ نشاط سے لبریز انداز میں مدحتِ مصطفیٰ ﷺ کی رقم طرازی کرتے ہیں ۔

کیا نطق اِحاطہ کرے اُس شخص کے اوصاف
تھا جس کی خموشی میں بھی گفتار کا عالم

خاکِ کفِ پا جس کی فرشتے بھی نہ پائیں
اللہ رے اُس نور کی رفتار کا عالم

اَے فخرِ مسیحا تری قربت کا ہے اعجاز
اچھا ہے دمِ مرگ بھی بیمار کا عالم

ہر داغ تری یاد کا لو دینے لگا ہے
اب دید کے قابل ہے دلِ زار کا عالم

ہر سانس سے آتی ہے ترے قرب کی خوشبو
ہر چشم میں رقصاں ہے ترے پیار کا عالم

اُس کا میں ثنا خواں ہوں، ثنا جس کی عبادت
کیا پوچھنا خسؔرو مرے اشعار کا عالم

فیروز ناطق خسؔرو صاحب کے مذکورہ نعتیہ مجموعے سے چند متفرق اشعار بھی درج کیے جارہے ہیں جو نعت گوئی میں انکی بلندی فکر اور اعلیٰ گوئی کی عمدہ مثال ہیں۔

نفس نفس میں رچی ہے عجیب سی خوشبو
لیا ہے روح نے اک پیرہن مدینے سے

وا ہو گیا ہے مجھ پہ درِ روضۂ رسول
کب رائیگاں گئیں دلِ مضطر کی دستکیں

✧

لکھا نہیں گر آپکا دیدار تو لکھ دے
کس کام کی اے کاتبِ تقدیر یہ آنکھیں

چاہوں بھی تو چھپتا نہیں اب عشقِ محمدؐ
کرتی ہیں مرے شوق کی تشہیر یہ آنکھیں

آقا کا کرم ہوگا تو اک روز یقیناً
دیکھیں گی بدلتے ہوئے تقدیر یہ آنکھیں

فیروز ناطق خسرؔو کے نعتیہ کلام میں نشاطِ تخیل بھی ہے اور ذہن کی وہ وسعت و ہمہ گیری بھی جو ایمان کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتی غالبؔ نے کہا تھا۔

ہوں گرمیِ نشاطِ تخیل سے نغمہ سنج
میں عندلیبِ گلشنِ نا آفریدہ ہوں

اس نعتِ پاک میں خسرؔو صاحب کی نشاطِ تخیل اور ذہن کی وسعت ہمہ گیری کا عالم دیکھیں۔

یاد آتے ہیں طیبہ میں گزارے ہوئے لمحے
اپنے لیے جب چاند ستارے ہوئے لمحے

لمحے تو منافق کی بھی مٹھی میں ہیں لیکن
ہیں وقت کی دھتکار کے مارے ہوئے لمحے

جو لمحے بنا آپ کے گزریں مرے آقاؐ
اپنے لیئے ہیں جنگ وہ ہارے ہوئے لمحے

کہہ دیجئے فرقت میں ہماری جو گزارے
تیرے ہی نہیں وہ بھی ہمارے ہوئے لمحے

ہٹتی نہیں اب گنبد خضرا سے نگاہیں
دل ٹھہر گیا ، آنکھ کے تارے ہوئے لمحے

بھر دے تُو مرے نامۂ اعمال میں یارب
ہیں تیرے یہ محبوب پہ وارے ہوئے لمحے

جن لمحوں پہ دنیا میں بھروسہ کیا خسرو
محشر میں وہی ہم سے کنارے ہوئے لمحے

نعت گو شعرا کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنے نعتیہ مجموعۂ کلام کو حمد و نعت کے علاوہ سلام و مناقب سے بھی آراستہ و پیراستہ کرتے رہے ہیں۔ اور میرا ماننا ہے کہ سلام و مناقب کے بغیر نعت کا دائرہ مکمل ہی نہیں ہو سکتا۔ محترم فیروز ناطق خسرو صاحب نے بھی اسی روش پہ گامزن رہ کر اپنے اس مجموعہ کلام میں سلام و مناقب شامل کیئے ہیں۔ تمامی سلام و مناقب میں انہوں نے اپنے فکر و فن کا بخوبی مظاہرہ بھی کیا ہے۔

انہوں نے غالب کی زمین ایک منقبت مولیٰ علی شیرِ خدا کرّم اللہ وجہہ کی شان میں " قصیدہ در مدحِ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ " کے عنوان سے قلم بند کی ہے جس میں ان کا جذب دروں لائق دید ہے۔ فرماتے ہیں۔

سامنے آنکھوں کے ہے منظر کھلا
جلوۂ محبوب سر تا سر کھلا

شق ہوئی دیوارِ کعبہ ، گھر کھلا
دیکھتے ہی دیکھتے اک در کھلا

پیشوائی کے لیے آئے ملک
رتبۂ دامادِ پیغمبر کھلا

رقص میں یوں محو ہیں مرغِ چمن
جیسے رہ جائے قفس کا در کھلا

رحمتِ حق آج ہے سایہ فگن
سر بسر جبریل کا شہ پر کھلا

کیا کہیں حالِ شبِ معراج ہم
منصبِ حیدر کھلا، جس پر کھلا

کیوں نہ اُس پر فاش ہوں اسرارِ حسن
جس نے دیکھا ہے رخِ حیدر کھلا

ہم کہ ہیں خسرو غلامِ پنجتن
ہم پہ ہے اکرامِ پیغمبر کھلا

محترم فیروز ناطق خسرو صاحب نے سلام بھی خوب لکھے ہیں انکے اس مجموعۂ کلام میں تیرہ (۱۳) سلام شامل ہیں۔ سبھی سلام اہلِ بیت اطہار کی شان میں ہیں، ایک سلام کو ملاحظہ فرمائیں۔

سرِ مژگاں جلے خیموں کی اک تصویر باقی ہے
مری آنکھوں میں اب تک راکھ کی تحریر باقی ہے

ہے اندازہ کہ جس نفرت سے کھینچا اُس نے چلّے کو
کماں ٹکڑے ہوئی، بازو میں ٹوٹا تیر باقی ہے

امامِ وقت سے بولی اجل آقا اجازت ہے
ابھی اس قافلے میں اصغرِ بے شیر باقی ہے

نگاہوں ہی نگاہوں میں کہا اصغر نے بابا سے
لکھا ہے جس پہ میرا نام وہ اک تیر باقی ہے

دمِ رخصت کہا چپ دیکھ کے بھائی کو خواہر نے
پریشاں مت ہوں بھیا آپکی ہمشیر باقی ہے

یزیدِ دہر اتنا خوش نہ ہو قتلِ شہِ دیں سے
ابھی رنگِ خطابِ زینبِ دل گیر باقی ہے

سُنی جاتی ہے کوفے میں اذانِ صبحِ عاشورہ
سوادِ شام میں آوازۂ زنجیر باقی ہے

گھروں میں گھر ہے روشن آج بھی بنتِ پیمبر کا
چراغوں میں چراغِ آیۂ تطہیر باقی ہے

بہت آسان ہے پہچان چہرے سے منافق کی
اگر اس دل میں خسرو الفتِ شبیر باقی ہے

اس کے علاوہ ان کے اس مجموعۂ کلام میں دیگر موضوعات پر بھی نعتیہ و منقبتی نظمیں ہیں۔
انہوں نے قطعات بھی کہے ہیں انکے قطعات کے معیار کا اندازہ لگانے کے لیے ایک قطعہ ملاحظہ ہو

دشمن ہو کہ ہو یار طرح دار، کہو سچ
سو بار سزا ملتی ہو سو بار، کہو سچ
سیکھا ہے یہی ہم نے حسین ابن علی سے
سر لاکھ قلم ہو سرِ دربار، کہو سچ

مگر محترم فیروز ناطق خسرو صاحب نے اپنی سخن گوئی کا معیار اور سرمایہ صرف اور صرف نعت گوئی کو ہی قرار دیا ہے نہ کہ کسی اور صنف کو، اسی سے نعت گوئی سے انکی محبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انہیں اس سے کتنی محبت ہے۔ وہ آقا و مولیٰ ﷺ کی اک نظر کرم کو سرمایۂ حیات قرار دیتے ہیں، فرماتے ہیں ؂

نعت گوئی سخن کا ہے معیار
نعت ہے شاعری کا سرمایہ
میرے آقا کی اک نظر خسرو
ہے مری زندگی کا سرمایہ

میں شاعرِ حمد و نعت محترم طاہر سلطانی صاحب کا ممنونِ کرم ہوں کہ انہوں نے مجھ عاصی و پُر معاصی، ہیچ مداں کو محترم فیروز ناطق خسرو صاحب کے اس مجموعے پر پیش لفظ لکھنے کا شرف بخشا۔ میں قطعی اس کا اہل نہیں تھا مگر یہ انکی محبت تھی کہ انہوں نے مجھ کو اس کا اہل سمجھا۔

فیروز ناطق خسرو کے اس مجموعے کے حوالے سے میں نے یہ چند کلمات اس آرزو میں تحریر کیئے ہیں کہ ممکن ہے یہی کلمات کل میدانِ محشر میں میرے آقا روحی فدا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی نظرِ التفات کا سبب بن جائیں اور مجھے انکی شفاعت عظمیٰ نصیب ہو جائے۔

میں پُر امید ہوں کہ فیروز ناطق خسرو صاحب اپنا یہ ادبی اور رُوحانی سفر جب تک دم میں دم ہے جاری رکھیں گے۔ ہاں اہلِ نقد و نظر کو چاہیئے کہ ان کے اس عظیم ادبی سرمایہ کا جائزہ لیکر اسکی قدروں کا تعین کر کے اردو کے نعت گویان میں ان کو جائز مقام و مرتبہ دلائیں۔

اپنے مضمون کو میں فیروز ناطق خسرو کے اس شعر پر ختم کرتے ہوئے اجازت چاہوں گا ؂

اللہ کے حبیبؐ کی میں کیا ثنا لکھوں
''اللہ کا حبیبؐ'' لکھا اور سخن تمام

ڈاکٹر سراج احمد قادری
مدیر: ''مجلّہ'' دبستانِ نعت'' (انڈیا)

حمد

اُسی کے نام سے ہر ابتدا ہے
وہی ہر ابتدا کی انتہا ہے

وہ خالق ہے زمین و آسماں کا
وہی مالک ہے اس سارے جہاں کا

میں ہر ہر سانس اُس کو سوچتا ہوں
اُسی کو روز و شب میں کھوجتا ہوں

ہزار آئینہ اُس کا ایک پہلو
اُسی کے نور کا پرتو ہے ہر سُو

تلاش اُس کی ہے سوتے جاگتے میں
وہی منزل نشاں ہے راستے میں

جدھر جائیں اُسی کا نقشِ پا ہے
یہ دنیا کیا ہے اک حیرت کدہ ہے

نہ جانے کیوں ہے تُو اتنا پریشاں
وجود اُس کا ہے نزدیکِ رگِ جاں

نمازِ شوق پڑھ کچھ جستجو کر
کبھی تُو خونِ دل سے بھی وضو کر

نہیں دشوارِ جامِ وصل پینا
ہے شرط اتنی کہ وا ہو چشمِ بینا

حمد

یارب ترے کرم کا ہمیں یوں پتہ ملے
جس طرح آبِ جُو کوئی دریا سے جا ملے

مالک تجھے ہے ساقیِ کوثر کا واسطہ
ہر تشنہ لب کو اس کی طلب سے سوا ملے

بخشی ہے تو نے قطرہء نیساں کو آب و تاب
خاموش سیپیوں کو گہر بے بہا ملے

اے بحرِ بیکراں ہے ترا فیض موج موج
کشتی ملے ملے نہ ہمیں ناخدا ملے

جو چاہے جس کو چاہے عطا جس طرح کرے
تُو جانتا ہے کب کسے، کس طرح کیا ملے

اُٹھے جو لے کے نام ترا بوریہ نشیں
شاہوں کے تخت و تاج فقیروں کو جا ملے

ہم آخری نبیؐ کی ہیں امت یہ کم نہیں
ہے تیری یہ عطا جو حبیبِ خداؐ ملے

بے شک تلاشِ حق میں گزر جائے زندگی
دل کو نہ ہو یقین تو کیسے خدا ملے

دعویٰ تھا رہنمائی کا جن کو وہ لوگ کل
تجھ سے پھرے تو پوچھتے اپنا پتہ ملے

سوچوں تجھے تو اُس کا سراپا دکھائی دے
ڈھونڈوں تجھے تو مجھ کو درِ مصطفیؐ ملے

پروردگار ہے یہی خسروؔ کی بس دعا
جب بھی کہوں میں حمد یہ دل تجھ سے آ ملے

◇◇

حمد ؂

قرطاسِ ذہن پر ہے خدا جب رقم ہُوا
عرشِ علا سے مجھ کو عطا پھر قلم ہُوا

لکھی جو حمد، چشمِ بصیرت ملی مجھے
محسوس یہ ہُوا کہ یہ دل جامِ جم ہُوا

تکیہ کیا جب اُس پہ تو سب ڈر ہوئے تمام
سینے میں سانس ٹھہری تو قابو میں دم ہُوا

چاٹی جو خاک میں نے درِ شہرِ علم کی
لفظ و بیاں کا نطق کو دریا بہم ہُوا

خسروؔ خطابِ خسروِ شیریں زباں ملا
"بزمِ جہانِ حمد" میں قائم بھرم ہُوا

؂ "بزمِ جہانِ حمد پاکستان" کے طرحی حمدیہ مشاعرہ، جولائی ۲۰۰۳ میں پڑھی گئی حمد

◇◇

حمد

دم میں اپنے بھی جب تلک دم ہے
شکر جتنا کریں ترا کم ہے

ہر مرض کا علاج ذکر ترا
تیرا ہر نام ' اسمِ اعظم ہے

تیری خواہش سے ہے یہ ہست و بود
تیری منشا دوامِ عالم ہے

پھر یہ نبضوں میں کس لیے تیزی
کیوں نظامِ جہاں یہ برہم ہے

میرے مالک بہار آجائے
میرا موسم خزاں کا موسم ہے

نوحہ خواں کوئی ہے جو مجھ میں ہے
کون میرا شریکِ ماتم ہے

ذکر سے اُس کے کشتِ جاں ہے گداز
نم ہے مٹی میں، چاک میں دم ہے

ہر خوشی دی ہے یاد نے اُس کی
اُس کی سوچوں سے دل میں سرگم ہے

اُس سے باتیں ہیں روز و شب خسروؔ
ایک وہ ہی تو میرا محرم ہے

حمد

اَے خدایا ترا کرم ہے بہت
تیرے دم سے زمیں یہ نم ہے بہت

خاکِ بطحا کا ایک اک ذرہ
تیری نسبت سے محترم ہے بہت

شیشۂ دل میں ہے تری تصویر
مجھ کو اپنا یہ جامِ جم ہے بہت

جس پہ تیرا کرم ہے اَے مالک
اس کا قائم یہاں بھرم ہے بہت

ہے یہ تیرے ہی ذکر کی برکت
دم میں میرے جو آج دم ہے بہت

آگ پانی یہ دھوپ چھاؤں ہوا
ابنِ آدم بتا یہ کم ہے بہت

میں بھی میں کا شکار ہوں خسرو
کم نہیں یہ جو تجھ میں ہم ہے بہت

حمد

میرے مالک امان میں رکھیو
جیسے ہیرا ہو کان میں رکھیو

کھلیے گیہوں کی بالیوں سے ہوا
دانہ چاول کا دھان میں رکھیو

غیظ، غصہ، غضب، نہ ہو دل میں
انکساری کسان میں رکھیو

بازؤں میں نہ ضعفِ پیری ہو
ایسی قوت جوان میں رکھیو

مست کردینے والی خوشبو کو
جو کے اک سوکھے نان میں رکھیو

بند گھر ہو تمام، پھر بھی کھلا
ایک در آسمان میں رکھیو

جاتے جاتے بھی چند آوازیں
خستہ خالی مکان میں رکھیو

آگے بڑھتے ہوئے بھی اک رستہ
واپسی کا بھی دھیان میں رکھیو

آسمانوں کی جستجو کے ساتھ
یہ زمیں بھی اُڑان میں رکھیو

ہو سخن کو عطا مرے تاثیر
زور طرزِ بیان میں رکھیو

آزمائش نہ کیجیو ہر سانس
مجھ کو مت امتحان میں رکھیو

ناؤ بھی نیلے پانیوں میں رہے
اور ہوا بادبان میں رکھیو

اپنے ہونے کا ہو یقیں دل کو
عمر بھر اس گمان میں رکھیو

اَے خدا عجزِ حرفِ دانائی
شاعرِ خوش بیان میں رکھیو

آئینوں کے فراق میں خسرو
اُس کا چہرہ بھی دھیان میں رکھیو

(1996)

حمد

(مرا یہ دعویٰ غلط نہیں ہے)

ملا جو کل وہ تو میں نے پوچھا
عزیز میرے!
رفیق میرے!
سُنا ہے تم نے کیا ہے دعویٰ
کہ جانتے ہو
تم اُس کے بارے میں خود سے بہتر!

یہ بات سُن کر وہ ہنس کے بولا
مرا یہ دعویٰ غلط نہیں ہے!
کہ خود سے بہتر میں اُس کے بارے میں جانتا ہوں!
یہ جانتا ہوں کہ میرے بارے میں مجھ سے بہتر
وہ جانتا ہے!

تمہارے بارے میں جانتا ہے
وہ سب کے بارے میں جانتا ہے
وہ سب سے بہتر!

اندھیری راتوں میں کالی چادر سے منہ چھپائے
مسافروں کی مسافتوں سے بھی باخبر ہے!
سیاہ پتھر میں گھر بنائے
نظر سے اوجھل
سیاہ کیڑوں کی حاجتوں سے بھی باخبر ہے!
وہ معتبر ہے!

خود اُس کا کہنا ہے میرے بندو!
تمہاری ماؤں سے تم کو بہتر میں جانتا ہوں!
تمہاری تخلیق کے عمل سے
تمہاری تخلیق کے عمل تک کا ہر ارادہ
میں جانتا ہوں!

جو خوف ذہنوں میں تم لیے ہو
جو وسوسوں کو دلوں میں اپنے جگہ دیے ہو

مجھے بتاؤ

قریب آؤ!

ندیم بھی ہوں!

حکیم بھی ہوں!

دُکھے دلوں کی بھی آس ہوں میں!

تمہاری سوچوں کی حد سے بڑھ کر

تمہاری شہ رگ کے پاس ہوں میں!

عزیز میرے!

رفیق میرے!

جو کچھ بھی اُس نے کہا وہ سچ ہے!

میں جانتا ہوں

میں اس حقیقت کو مانتا ہوں

مرا یقیں ہے!

مرا یہ دعویٰ غلط نہیں ہے

کہ جانتا ہوں

میں تم سے بہتر

میں اپنے بچپن کے دوستوں سے بھی اُس کو بہتر
میں اُس کے بارے
خود سے بہتر!

ندیم ہے وہ!
حکیم ہے وہ!

وہ میری سوچوں سے بھی سوا ہے
خزاں کے موسم میں دل کے اندر
گلابِ تازہ کی باس ہے وہ!
کہ میری شہ رگ کے پاس ہے وہ!!

حمد

(آؤ اس کی حمد کریں)

آؤ اُس کی حمد کریں ہم
جس کے کرم سے دنیا میں
رنگ برنگے پھول کھلے ہیں گلشن میں
ننھے منے پیارے بچے
کھیلتے ہیں ہر آنگن میں!

اپنا خالق ہے وہ جس کے
فیض سے اپنی دھرتی پر
نور کی بارش ہوتی ہے

جس نے اُس کا دامن پکڑا
خوف کی لمبی راتوں میں
وہ بستی چین سے سوتی ہے!

آؤ اُس کی حمد کریں ہم جس نے
اپنی ہر مخلوق سے افضل ہم کو جانا
عقل ہمیں دی
عقل سے ہم نے اپنے خالق کو پہچانا
آؤ اُس کی حمد کریں ہم!!

◇◇

حمد

(جو ہیں بے رنگ تصویریں)

خدا کی حمد کرتے ہیں
جو ہیں بے رنگ تصویریں
ہم ان میں رنگ بھرتے ہیں!

ہر اک نعمت سے دنیا کی
ہمیں اس نے نوازا ہے
ہمارے دل پہ اس کی ہر عطا کا
نقش تازہ ہے!
ہمیں اُس نے نوازا ہے!

خدا کی حمد کرتے ہیں!
تو ہیں بے رنگ تصویریں
م اُن میں رنگ بھرتے ہیں!!

حمد

(مرا محافظ، مرا خدا ہے)

خموش رہ کر وہ بولتا ہے
نظر سے اُوجھل ہے
پھر بھی سب کو وہ دیکھتا ہے!
نہ اُونگھ اُس کو
نہ نیند اُس کو
ازل سے لے کر ابد تلک وہ
مہد سے لے کر لحد تلک وہ
کھلی زمینوں میں، آسمانوں میں
سب زمانوں میں
وہ رہا ہے!
مرا محافظ
مرا خدا ہے!!

✧✧

حمد

(میں کیسے کہہ دوں خدا نہیں ہے)

یہ تیری دنیا
یہ میری دنیا
سرابِ صحرا سے کم نہیں ہے!
کوئی جو غنچہ دہن ہے تشنہ
تو موجِ شبنم میں نم نہیں ہے!
یہ میری دنیا
بغیر تیرے کسی جہنم سے کم نہیں
جو تُو نہیں ہے
تو میرے دم میں بھی دم نہیں ہے!
نفس نفس میں چبھن بہت ہے
گھٹن بہت ہے!

تری طلب میں
میں نیند اپنی
میں جاگ ساری
تیاگ دوں گا حیات ساری
سمیٹ لوں گا
میں اس جہنم کی آگ ساری!

جو تُو نہیں ہے
تو کچھ نہیں ہے
کوئی بھی چہرہ نما نہیں ہے!
میں کیسے کہہ دوں خدا نہیں ہے!!

2008)

حمد

(عذابِ یکسانیت)

مرے خدایا!
میں ایسی بستی میں آگیا ہوں
جہاں کے باسی
گڑھوں میں آنکھوں کے
دُھندلے شیشے کی گولیوں کو سجائے
ماضی کے تانے بانے کو
کچے دھاگوں سے
اپنے چہروں پہ بُن رہے ہیں!

جو لفظ کانوں نے سُن رکھے تھے
اُنہی کی تکرار سُن رہے ہیں!
نہ جی رہے ہیں، نہ مر رہے ہیں
عذابِ یکسانیت سے ہر دم
گذر رہے ہیں!
مرے خدایا!
یہ التجا ہے، یہی دعا ہے
ہوائے تازہ کا کوئی جھونکا
ادھر سے گزرے
کوئی صدائے شعور گونجے!
فضا میں آوازِ صور گونجے!!

حمد

(جہاں ہم رہے)

جہاں ہم رہے!
اُس کے اطراف سے
اُس کے ماحول سے
بے خبر ہی رہے!

کہنے والوں نے یوں تو
بہت کچھ کہا!
سُننے والوں سے ہم نے
بہت کچھ سُنا!
کہنے سُننے کی ایسی بھی
صورت نہیں!
کسی کو یہاں کچھ
خبر بھی تو ہو!

خبر کی بھی ویسے
ضرورت نہیں!

جہاں ہم رہے
اپنے گھر کب رہے!
گھر میں موجود ہوتے ہوئے
گھر کے دیوار و در سے بھی باہر رہے!!

جس کو معلوم ہونا ضروری ہے
ہر بات کا!
اُس کو معلوم ہر بات ہوتی رہی
خبر اُس کو دن رات ہوتی رہی!
وہ خود با اثر ہے!
بڑا باخبر ہے!

حمد

(شادی کی ۲۳ویں سالگرہ کے موقع پر)

اس خدا کا شکر جس نے
اس برس بھی
ساتھ رہنے کا ہمیں موقع دیا!
یہ کرم کیا کم ہے اس کا
اے عزیزِ جان و دل
ان کٹھن لمحوں میں بھی
اک دوسرے کے پاس ہیں!
جان سے پیاری یہ بیٹی اور بیٹے پاس ہیں!
سانس بھی لیتے ہیں کھل کر
کھاتے پیتے ساتھ ہیں!
زندگی کی رہگزر پر گامزن
ہاتھوں میں ڈالے ہاتھ ہیں

(مقامِ تحریر:۔ آفیسرز وارڈ، پاکستان نیول ہسپتال، شفا)

(1998)

نظم

(شادی کی ۳۰ ویں سالگرہ پر)

گام گام، ہر لمحہ!
دل کی رہگزر میں ہم
ہر کٹھن سفر میں ہم
گھر سے ہوں کبھی باہر
اور کبھی ہوں گھر میں ہم
اپنے ہمسفر کا ہم
پکڑے ہاتھ رہتے ہوں!
ساتھ ساتھ رہتے ہوں!

اے خدائے بحر و بر
التجا ہے یہ تجھ سے
اک دعا ہے یہ تجھ سے
زندگی کے وہ لمحے
رہ گئے ہیں جو باقی
ساتھ ساتھ طے کر لیں!
پکڑے ہاتھ طے کر لیں!
جس طرف نظر ڈالیں
آنے والے برسوں میں
پھول دیکھیں سرسوں میں!

(2005)

حمد

(شادی کی 39 سالگرہ پر ایک نظم)

گھر سے ہوں کبھی باہر
یا ہوں اپنے گھر میں ہم!
ہیں دل و نظر میں ہم
قربتیں بھی بڑھتی ہیں
فاصلے بھی گھٹتے ہیں
ساتھ ساتھ رہتے ہیں!
ہر کٹھن سفر میں ہم
اپنے ہمسفر کا ہم!
پکڑے ہاتھ رہتے ہیں!
اے خدائے جسم و جاں!
خوف ہے نہ چھن جائے
ہم سے یہ بھرم اپنا!

اک یہی گزارش ہے
آنے والے برسوں میں
رکھ یونہی کرم اپنا!
اور جانے انجانے
جو خطائیں بھی ہم سے
ہو گئیں ہیں اب سرزد
بول دے مرے مالک!
وہ معاف کردی ہیں!
میرے سب گناہوں کی
جسقدر بھی ہیں فردیں
وہ بھی صاف کردی ہیں!!
معصیت کے پلڑے میں
التفات کے موتی
رول دے مرے مالک!
اپنے دونوں بندوں پر
رحمتوں کے دروازے
کھول دے مرے مالک!

(2014)

◇◇

حمد

(پھولوں جیسے پیارے بچے)

دن بھر کا میں قرض چکا کر
اپنے گھر جب آتا ہوں!
گھر سے باہر
ننھے منے پھول مہکتے پاتا ہوں!
پھولوں سے سرگوشی کرنے
سورج نیچے آتا ہے!
نرم ہوا کا جھونکا بادل لاتا ہے!

پھولوں جیسے پیارے بچے
رنگوں کی پچکاری لے کر
کیاری کیاری پھرتے ہیں!
کلیوں سے سرگوشی کرتے
ذہنوں کو اجلاتے ہیں!
مہکاتے ہیں!
دل کی دھڑکن ایسے میں
احساس کی لو بھڑکاتی ہے!
آنکھوں میں نمی آجاتی ہے
جو کھیتی اب تک سوکھی تھی
وہ رشکِ چمن ہو جاتی ہے
سب دور تھکن ہو جاتی ہے!
میں حمد خدا کی کرتا ہوں
وہ خالق ہے میں بندہ ہوں!!

(1994)

حمد

(کام اک عبادت ہے)

وہ خدا جو میرا ہے!
وہ خدا جو تیرا ہے!
جو شعور دیتا ہے
صدق دل سے گر مانگو
وہ ضرور دیتا ہے!
اے عزیزِ من تو نے!
کیا کبھی یہ سوچا ہے
کاروبارِ ہستی میں
کچھ ترا بھی حصہ ہے

کام جو بھی ہے تیرا
فرض ہے، عبادت ہے
اس خدائے برتر کا
قرض ہے، امانت ہے!
جو شعور دیتا ہے
اجر اپنی محنت کا ہے
وہ ضرور دیتا ہے!
اے عزیزِ من تو نے
کیا کبھی یہ سوچا ہے؟!
کام اک عبادت ہے!!

حمد

(میں اس کا ہاتھ بڑھ کر تھام لیتا ہوں)

میں اپنے آپ کو جب بھی کسی مشکل میں پاتا ہوں
اُسی کا نام لیتا ہوں
قدم جب لڑکھڑاتے ہیں
میں اُس کا ہاتھ بڑھ کر تھام لیتا ہوں

ہر اک شے پر اُسی کا حکم صادر ہے
زمینوں آسمانوں کی طنابیں
کھینچے رکھنے پر وہ قادر ہے!

قلم بھی کاتبِ تقدیر کا رُکتا ہے چلتا ہے
میں سورج، چاند، تاروں پر
کمندیں ڈالتا ہوں
اور اس کا نام لیتا ہوں
ہوا منہ زور گھوڑے کی طرح باگیں تڑاتی ہے
میں گہرے پانیوں میں ناؤ اپنی آپ کھیتا ہوں!
اور اس کا نام لیتا ہوں!
قدم جب لڑکھڑاتے ہیں
میں اُس کا ہاتھ بڑھ کر تھام لیتا ہوں!

حمد

(قرض)

میں جب آیا تھا
پاک وصاف وپاکیزہ فرشتہ تھا
فرشتہ تھا
اور اپنے رب کا
فرشِ خاک پر میں نیک بندہ تھا!
مجھے واپس بھی جانا ہے
پلٹ کر پھر اُسی کے پاس
اُس چہرے کو لے کر
ساتھ جس چہرے کے آیا تھا
نہ میرا جسم ہو گندہ
نہ میری روح آلودہ
یہ میرا فرض بنتا ہے!
یہ مجھ پہ قرض بنتا ہے!!

◇◇

حمد

(اے خدائے لم یزل)

زندگانی کس قدر دشوار ہے
کس قدر دشوار ہے
پُر خار ہے!
ہے کرم ترا خدائے لم یزل
ورنہ موجِ ہر نفس
چلتی ہوئی تلوار ہے!!

(2002)

حمد

(اَے خدا، اَے خدا)

ہر دھڑکتے ہوئے دل کی تُو ہے صدا
تُو ہے مجبور کا ، تُو ہے مظلوم کا
جس کا کوئی نہیں، اُس کا تُو آسرا
اپنے ہونٹوں پہ ہے مصطفیٰؑ مصطفیٰؑ
اَے خدا، اَے خدا، اَے خدا، اَے خدا

اپنے سینوں میں ایمان کا نور ہے
ہر نظر میں نہاں جلوۂ طور ہے
صبح محشر ہے یہ ، روزِ عاشور ہے
تجھ کو زہراؑ کی چادر کا ہے واسطہ
اَے خدا، اَے خدا، اَے خدا، اَے خدا

یا علیؑ کہہ کے بڑھتے ہیں جب صف شکن
کانپ اُٹھتے ہیں ہیبت سے کوہ و دمن
فخرِ ملت ہیں یہ آبروئے وطن
بخش دے زورِ بازوئے خیبر کُشا

اَے خدا، اَے خدا، اَے خدا، اَے خدا

ہر طرف خوف وہیبت کی چھائی گھٹا
ایسے عالم میں اپنا ہے تُو حوصلہ
اِس سے پہلے وطن یہ بنے کربلا
عزمِ شبیر و شبر ہمیں ہو عطا!

اَے خدا، اَے خدا، اَے خدا، اَے خدا

اَے خدا، اَے خدا، اَے خدا، اَے خدا

(1971)

حمد

(اَے خدائے امکانات)

آنے والے وقتوں میں
کیا یہاں پہ ایسا بھی
ایک بھی کوئی دن ہے
جب کسی کے لاشے پہ
بام و در نہ روتے ہوں!
بے خطر گھروں میں لوگ
اپنی نیند سوتے ہوں!
اَے خدائے امکانات!
امن کی کوئی صورت
کیا ابھی بھی ممکن ہے!!

(2014)

حمد

لوگ کہتے ہیں کہ دنیا کے لیے تیرا وجود
اک معمہ ہے کہ حل جس کا یہاں
فہم وادراک کی سرحد سے، بہت دور کہیں
ڈھونڈنا چاہیں تو ہے امرِ محال!

اک طرف خواہشِ اظہارِ تمنا کا عمل
لذتِ ہجر کا اک سمت یہ احساسِ شدید
اک طرف تجھ سے گریزاں بھی نہیں
اک طرف وصل کا ارماں بھی نہیں!

لذتِ ہجر ہو یا وصل کا اک خوابِ حسیں
ہم کسی حال میں مجبور نہیں!
(کہ ترے پاس بھی آ جا نہ سکیں)

اپنے ہاتھوں کے یہ بے ربط خطوط
تیرے ماتھے کی ادھوری شکنیں
یہ جو مل جائیں اگر
حل معمے کا کوئی دور نہیں!!

(1972)

حمد

(روح کی زکوٰۃ)

بندے کا اور اپنے رب کا
ایک ہی رشتہ!
ایک ہی ناتا
آئینہ دل، چندن چہرہ
روشن چہرہ!
اس رشتے ناتے کا تقاضا
اپنے تن کا
روح و بدن کا
اپنے من کا!
سارا قرض ادا ہو جائے!
آنے والے تیس دنوں میں
اپنا فرض ادا ہو جائے!!

◇◇

حمد

(ٹوکرا بھر پیار)

شام کا وقت تھا کار میں اپنی میں
تیز سے تیز تر اپنی دُھن میں مگن
گھر کی جناب رواں
راہگیروں کی اس بھیڑ کے درمیاں!
یک بہ یک کچھ جوانوں نے رستہ مرا روک کر
میرے ہاتھوں میں سامان افطار کا دے دیا!

گھر پہنچنے تلک بچے، بوڑھے جواں
جا بجا روک کر
روزہ داروں کی خاطر میں مصروف تھے!

روزہ داروں میں سُنی، شیعہ اور

دیگر مسالک کے بھی لوگ تھے

کسی نے کسی سے نہ تصدیق کی!

نہ تفریق کی!

بس مسلمان ہونے کے ناتے جو آیا نظر

نذر اُس کی کیا ٹوکرا پیار کا!

بھر دیا اُس کی جھولی میں سامان افطار کا!

کون ہے جس نے ان کو

یہ توفیق دی!

بجز تیرے کوئی نہیں

اَے خدا!

اپنے بندوں کے اوپر

ہے تیرا کرم

تو نے رکھا ہے سب کا بھرم

اَے خدا، اَے خدا!!

(2015)

◇◇

حمد

(ننھُو کا فرشتہ میں کافر)

یقیں اُس پر!
یقیں اُس کے رسولوں پر!
رسولوں پر ہوئیں نازل کتابوں پر
کتابوں میں دیے ہر لفظ پر
اُن کی صداقت پر!
حیاتِ عارضی پر
اور دوبارہ زندہ ہونے پر!
فرشتوں کے لکھے اعمال پر
اُن کی دیانت پر
امانت پر!

گنہگاروں کی پرسش
نیکوکاروں کی فراغت پر!
جہنم کی بھڑکتی آگ

جنت کی بشارت پر!
خدائے لم یزل کے روبرو
قائم عدالت پر!

یقیں میرا
یقیں تیرا
نہ تُو کافر
نہ میں کافر!!

حمد

(لاشریک لک)

میں جو حرمین پہنچا تو حیرت ہوئی دیکھ کر
لوگ اکنافِ عالم سے آئے ہوئے
ٹولیوں میں بٹے
ساتھ چلتے ہوئے
دم بہ دم ایک ہی سمت بڑھتے ہوئے
اپنی تقدیر پر ناز کرتے ہوئے!
کوئی گورے کو کالے پہ سبقت نہ تھی
کسی کو کسی پر فضیلت نہ تھی!

بدنظر، بدقماش و خطا کار
لاکھوں کی تعداد میں
اُس کے دربار میں
جو تھے شاہ و گدا
یک زباں ہو کے لبیک کہتے ہوئے!
پشت پر بوجھ اپنے گناہوں کا
لادے ہوئے!

سب کے سب آہ وزاری میں مصروف تھے!
اُس کی رحمت کی بارش برستی رہی
اشک اپنی ندامت کے گھلتے رہے
داغ جتنے تھے دامن کے دُھلتے رہے!

میرے جیسے گنہگار!
عرفات سے جب چلے
طفلِ نوزائیدہ کی طرح
اپنی فطرت میں سب ایک تھے!
نیک تھے!
ہر طرف سے یہی آرہی تھی صدا
کوئی مقصود اپنا نہ مسجود ہے!
تُو ہی واحد ہے، یکتا ہے، معبود ہے!
لاشریکَ لکَ، لاشریکَ لکَ!
لاشریکَ لکَ، لاشریکَ لکَ! !!

(2014)

◇◇

حمد

(رمی جمرات)

بہت دنوں سے!
مجھے یہ احساس ہو رہا تھا
وجود میں میرے ایک شیطان پل رہا ہے!
مری یہ خواہش تھی اس کو سنگسار
اپنے ہاتھوں سے خود کروں میں!
سو میں نے کنکر جمع کیے اور
"رمی ء جمرات" کی نیت سے
"منیٰ" کی جانب یقینِ واثق لیے چلا جب
عجیب منظر مری نگاہوں کے سامنے تھا!

چہار جانب سے آئے حاجی بھی میری طرح
خدا کی وحدانیت کا اپنی زباں سے
اقرار کر رہے تھے!
لبوں پہ سب کے تھا
لا الہٰ !
نہیں ہے معبود کوئی تیرے سوا
خدایا!

نجانے کب اور کیسے میں نے جو کھائی ٹھوکر
تو میں نے دیکھا
بہت دنوں سے وجود میں میرے
وہ جو شیطان پل رہا تھا!
مرے مقابل کھڑا ہُوا تھا!

مجھے پریشان دیکھ کر وہ ہُوا یوں گویا
"کہاں چلے تم"!
مجھے ہی سنگسار کر رہے ہو!
مجھے؟!

جو ہر کام میں تمہارا
شریکِ جرم و خطا رہا ہے!
ذرا تم اپنے دلوں سے پوچھو
تمہارے جیسے نجانے کتنوں نے
مجھ کو حاجت روا کہا ہے!

خدا کہا ہے!
جو تم نے کنکر جمع کیے ہیں یہ سخت بھی ہیں!
گو مختصر ہیں، پہ ہیں یہ بھاری
سُنا ہے اِن کی ہے ضرب کاری!
اگر یہ کنکر ہی مارنا ہیں
تو اور چُن لو
بجائے کنکر کے، کنکری ہو
جو کنکری ہو، وہ بُھر بُھری ہو!

ابھی یہ الفاظ اُس کے منہ سے
ادا ہُوئے تھے!
کہ لا الہٰ کے لفظ کانوں میں میرے گونجے
میں خوابِ غفلت سے جاگ اُٹھا!

مری زباں نے بھی
میرے دل کی صدا میں اپنی صدا ملائی
نہیں ہے معبود کوئی تیرے سوا خدایا!
فلک نے جھک کر نگاہِ حیرت سے مجھ کو دیکھا
میں آنکھیں کھولے
منیٰ کی وادی میں سر برہنہ کھڑا ہوا تھا!
وجود میں میرے وہ جو شیطان پل رہا تھا
مرے مقابل وہ بُت کے قالب میں
ڈھل چکا تھا!
میں سات کنکر اُٹھائے ہاتھوں میں
اپنے محکم یقین کے ساتھ!
''رمی جمرات'' کر رہا تھا!!

(2014)

حمد

(لبیک اللّٰھمّ لبیک)

اَے خدا!

میرا ہر بُنِ مو تیری حمد وثنا میں مصروف ہے

غلافِ کعبہ سے اُٹھتی ہوئی مسحور کُن مہک

میرے رگ وریشۂ بدن کو معطر کیے ہوئے ہے!

اور قفسِ عنصری میں مقید طائرِ جاں

آزاد ہونے کے لیے بیتاب!

اپنی عمر کے گزشتہ 70 سال کی
سعی لاحاصل کا گوشوارہ ترتیب دینے کے لیے
میرے قلم میں طاقت ہے نہ زبان و بیان میں
الفاظ تراشنے کی جرات!
بجز اِس ایک لمحے کے
جب میں اپنے تمام تر وجود کے ساتھ
اُس دن کو یاد کر رہا ہوں
جب میرے قویٰ مضبوط تھے اور بازو فولاد!
میرے علی نے نیا نیا چلنا سیکھا تھا!

مجھے وہ دن بھی یاد آ رہا ہے!
جب میں اپنے بازو دراز کرتا تو میرا ننھا لختِ جگر
دوڑتا ہُوا میری طرف آتا
اور میرے بازوؤں کے حصار میں پناہ لے لیتا!
بے خوف و بے خطر، میرا یہ معصوم بیٹا
میرے سینے کی گرمی اپنے جسمِ ناتواں میں منتقل کرتا رہتا!

اے ربِ کعبہ آج میں اپنی عمر کی آخری منزل میں
اپنے اُسی معصوم بیٹے کو سہارے کی لاٹھی بنائے
منتوں مُرادوں کا کشکول تھامے
تیرے گھر کے گرد چکر لگا رہا ہوں!
درِ کعبہ اور حجرِ اسود سے
اپنی پیشانی ولب ورخسار مس کرتے ہوئے
اِس کے فولادی بازوؤں کا حلقہ
مجھے اپنے اطراف اُمنڈتے ہوئے ہجوم سے
محفوظ رکھے ہوئے ہے!
اور میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز و بے خبر
دیوارِ کعبہ سے ہم آغوش
تجھ سے راز و نیاز میں مصروف ہوں!!

(2014)

حمد

(برہنہ خواہشیں)

مری سوچیں مجھے اب تک یہی ترغیب دیتی ہیں!
گناہوں میں بڑی لذت یہاں پوشیدہ ہوتی ہے
خم و بادہ کی جس دم محفلیں سجتی ہیں راتوں کو
زمیں زادوں کی خاطر قاف کی پریاں اُترتی ہیں!
چھلکتے آبگینوں میں برہنہ خواہشیں
بنتی، بگڑتی ہیں، سنورتی ہیں!
مگر میں اپنی سوچوں پر عمل کرنے سے قاصر ہوں!
میں سیدھی راہ سے ہٹ کر اگر چلنے کی کوشش میں
قدم آگے بڑھاتا ہوں
تو میرے جسم کے سارے رگ و ریشے
بغاوت پر اُتر آتے ہیں لمحوں میں!
مرے یہ دست و بازو ساتھ دینے سے مرا انکار کرتے ہیں!
زبانِ بے زبانی سے یہی اظہار کرتے ہیں
تجھے کچھ یاد آتا ہے!
انہی ہاتھوں سے کل تُو نے درِ کعبہ کو تھاما تھا!

ارے ناداں!
انھی پیروں سے تُو چل کر حرم کی سمت جاتا تھا
طوافِ خانۂ کعبہ میں تیرے ساتھ یہ مصروف رہتے تھے!
بھلا یہ پیر کیسے اب غلط راہوں کی جانب گامزن ہوں گے!
ترے کیا حافظے کا ہر ورق بالکل ہی سادہ ہے!
ترے ان دست و پا میں آج بھی وہ لمس تازہ ہے!
تُو ان سے استفادہ کر بھی سکتا ہے!
اِسی اک لمسِ تازہ کا اعادہ کر بھی سکتا ہے!

یکایک اک صدا آتی ہے کانوں میں
بتا اپنے لیے کیا حکم رکھتا ہے!
جو تُو چاہے ترے یہ دست و پا
خدمت کو حاضر ہیں!
وگرنہ دو قدم بڑھ کر
برہنہ خواہشیں اُوڑھے
چھلکتے آبگینے تھامنے سے یہ بھی قاصر ہیں!!

(2014)

حمد

(سوا نیزے پر سورج)

کس قیامت کی یہ گرمی ہے کہ جس کی زد میں آ کر
سنگ و آہن سے بنے انسان پگھلے جا رہے ہیں!
تھرمامیٹر کا جو پارہ ہے وہ چڑھتا جا رہا ہے!
طفل و پیر و نوجواں کو
موت سالم ہی نگلتی جا رہی ہے!

چند روزہ یہ قیامت خیز گرمی!
دعوتِ فکر و عمل دیتے ہوئے
ہم سے یہ کہتی ہے
برستی آگ،
جسم و جاں کو جھلساتی ہوئی یہ دھوپ!
اُس دن کی تمازت کے تو پاسنگ بھی نہیں
جس دن دہکتا آتشیں گولہ بنا سورج
سوا نیزے کے اُوپر آ کے ٹھہرے گا!
جو فرش و عرش کے ہے درمیاں
وہ سب دھواں ہو جائے گا!
کھو جائے گا!!

(2015)

✧✧

نعت

سانسوں میں مری جب بھی گھلا نامِ محمدؐ
گونجا ہے سرِ ارض و سما نامِ محمدؐ

ہر رتبۂ عالی سے سوا نامِ محمدؐ
ہے بعدِ خدا سب سے عُلا نامِ محمدؐ

توہین گوارا نہیں محبوبِ خدا کی
"تعظیم سے لیتا ہے خدا نامِ محمدؐ"

سر اپنا ہر اک بار عقیدت سے جھکایا
خامے نے مرے جب بھی لکھا نامِ محمدؐ

اک دائرہ بڑھتا ہی گیا جسم میں اپنے
تحریر ہواؤں پہ ہُوا نامِ محمدؐ

ہے میرا وظیفہ بھی یہی ردِ بلا کا
جپتا رہا میں نامِ خدا ، نامِ محمد

ہو جائے گی تیرے بھی کلیجے کی تپن دور
تُو گھول کے پانی میں پلا نامِ محمدؐ

پڑھتے ہیں فرشتے بھی اسی نام کی تسبیح
حوروں نے بھی پوروں پہ لکھا نامِ محمدؐ

یہ بغض و حسد، نفرت و کینہ یہ عداوت
جو بھی ہو مرض اُس کی دوا نامِ محمدؐ

اے کاش سمجھ لیں یہ مری قوم کے بیمار
بیمار کو دیتا ہے شفا نامِ محمدؐ

اک نام جو بن جائے شفاعت کا وسیلہ
اندر سے مرے آئی صدا نامِ محمدؐ

ٹپکے مری آنکھوں سے مودّت کے جو آنسو
دامن پہ ستاروں سے سجا نامِ محمدؐ

پھر دل کے سمندر کی ہر اک موج نے خسرو
بہتے ہوئے پانی پہ لکھا نامِ محمدؐ

نعت

(۰۹ رمضان المبارک)

وہ روشنی جو خزینے کے بیچ سے نکلی
فقط وہ ایک نگینے کے بیچ سے نکلی

متاعِ اہلِ بصیرت جو ہے وہ ایک کرن
حضورؐ آپ کے سینے کے بیچ سے نکلی

چہار سمت ہے جاری ابھی بھی اُس کا سفر
وہ رہگزر جو مدینے کے بیچ سے نکلی

دُعا جو حجرہٗ اسود کو چُوم کر مانگی
قبولیت کے مہینے کے بیچ سے نکلی

وہ بُوئے گُل کہ معطر ہے جس سے دل خسروؔ
مرے نبیؐ کے پسینے کے بیچ سے نکلی

(2012)

نعت [1]

آپؐ نے دی یہ سوغات، کہہ دیجئے
اک قلم اور دوات، کہہ دیجئے

آپؐ کی بات سے خوش ہے میرا خدا
نعت ہے آپ کی بات، کہہ دیجئے

بابِ رحمت میں پیدا کرے در نیا
ایک حرفِ مناجات، کہہ دیجئے

ہونگی پوری یقیناً بہ فیضِ خدا
جو بھی ہیں میری حاجات، کہہ دیجئے

[1] "میرے آقا مجھے نعت کہہ دیجئے" حج روانگی سے قبل یہ مصرع خواب میں عطا ہوا، جس پر نعت کے یہ اشعار موزوں ہوئے۔

زندگی کا ہے سب سے کٹھن دن یہی
مختصر ہیں یہ لمحات، کہہ دیجئے

دھول دامن سے میرے یہ لپٹی نہیں
کہکشاں کے ہیں ذرات، کہہ دیجئے

پاس میرے جنازے کے جگنو رہیں
راہ میں ہو اگر رات، کہہ دیجئے

رقص کرتی چلیں تتلیاں ساتھ میں
ہوگی پھولوں کی برسات، کہہ دیجئے

میرے ہونٹوں پہ قرآن کے بول ہوں
اور محافظ ہوں آیات، کہہ دیجیے

بعد مرنے کے جو بھی سوالات ہوں
ہوں وہ آساں سوالات، کہہ دیجئے

کیوں ہو خوفِ نکیرین جب آپ کی
مجھ پہ ہوں گی عنایات، کہہ دیجیے

فاطمہؓ و علیؓ اور حسینؑ و حسنؑ
آپ ہیں وہ بھی ہیں ساتھ، کہہ دیجیے

ہیں مقدس مقاماتِ آلِ نبیؐ
تُو بھی کر لے زیارات، کہہ دیجیے

آپ کے جسمِ اطہر کا سایہ نہ تھا
نور ہے آپ کی ذات کہہ دیجیے

میرا عاشق ہے، میرے محبّوں میں ہے
یاد کرتا ہے دن رات، کہہ دیجیے

خاکِ پائے غلامِ محمدؐ ہوں میں
ہے یہی میری اوقات، کہہ دیجیے

میں ہتھیلی پہ آنکھیں لیے آگیا
ہٹ گئے ہیں حجابات، کہہ دیجیے

میرے آقاؐ شفاعت کا طالب ہوں میں
جلد ہوگی ملاقات، کہہ دیجیے

میرے اعمال دیکھے بنا آپؐ ہی
تھام لیں گے مرا ہاتھ، کہہ دیجیے

تجھ کو صدقے میں حسنینؓ کے بخش دی
آبِ کوثر کی سوغات، کہہ دیجیے

اب مقدر میں خسروؔ کے لکھی گئی
آپ کے گھر کی خیرات، کہہ دیجیے

(2014)

◇◇

نعت

حسرت ہے کہ دیکھیں پسِ تحریر یہ آنکھیں
اے شہرِ مدینہ تری تصویر یہ آنکھیں

آنکھوں میں سجائے گی دھنک دید کی خواہش
اپنی سی کیئے جائیں گی تدبیر یہ آنکھیں

لکھا نہیں گر آپ کا دیدار تو لکھ دے
کس کام کی اے کاتبِ تقدیر یہ آنکھیں

طیبہ کے در و بام ہیں نظروں میں ہماری
فرقت میں کیا کرتی ہیں تعمیر یہ آنکھیں

آتا ہے نظر خواب میں بس آپ کا روضہ
دکھلائیں کبھی خواب کی تعبیر یہ آنکھیں

جائیں بھی تو ہم لوٹ کے مولا کہاں جائیں
طیبہ میں ہوئیں پاؤں کی زنجیر یہ آنکھیں

نظروں سے سناتی رہیں حالِ دلِ بے تاب
چپ رہ کے بھی کرتی رہیں تقریر یہ آنکھیں

یارب ترے محبوبؐ کی الفت کے تصدق
دلِ غیر کا کرنے لگیں تسخیر یہ آنکھیں

چاہوں بھی تو چھپتا نہیں اب عشقِ محمدؐ
کرتی ہیں مرے شوق کی تشہیر یہ آنکھیں

آقاؐ کا کرم ہو گا تو اک روز یقیناً
دیکھیں گی بدلتے ہوئے تقدیر یہ آنکھیں

قرآن کی خسروؔ میں کروں جب بھی تلاوت
اے کاش ہوں قرآن کی تفسیر یہ آنکھیں

❖❖

نعت

یاد آتے ہیں طیبہ میں گزارے ہوئے لمحے
اپنے لیے جب چاند ستارے ہوئے لمحے

لمحے تو منافق کی بھی مٹھی میں ہیں لیکن
ہیں وقت کی دھتکار کے مارے ہوئے لمحے

جو لمحے بنا آپ کے گزریں مرے آقا
اپنے لیئے ہیں جنگ وہ ہارے ہوئے لمحے

کہہ دیجیئے فرقت میں ہماری جو گزارے
تیرے ہی نہیں وہ بھی ہمارے ہوئے لمحے

ہٹتی نہیں ہیں اب گنبدِ خضرا سے نگاہیں
دل ٹھہر گیا، آنکھ کے تارے ہوئے لمحے

لکھ دے مرے اب نامۂ اعمال میں یارب
ہیں تیرے یہ محبوب پہ وارے ہوئے لمحے

جن لمحوں پہ دنیا میں بھروسہ کیا خسروؔ
محشر میں وہی ہم سے کنارے ہوئے لمحے

نعت

نہ بھرتے جو آقاؐ کا دم دائرے
بناتے بھلا کیسے ہم دائرے

ملائک ہیں، جنّہ ہیں، اصحابؓ ہیں
مقرّب، مقدّس، اہم دائرے

چمکتی رہی ذوالفقارِ علیؑ
گھٹاتے رہے ابنِ عم دائرے

ہوئے خاک لاتؔ و مناتؔ و ہُبلؔ
ہوا لے اُڑی وہ صنم، دائرے

گئی ایک نقطے میں دنیا سمٹ
ملے جب عرب اور عجم دائرے

اُفق تا اُفق پھیلا نورِ نبیؐ
ہوئے جا کے قدموں میں خم دائرے

چلے اُوڑھ کر پنج حرفی ردیف
لئے پنجتنؑ کا علم دائرے

لکھی نعت خسروؔ بہ فیضِ خدا
مقدر ہوئے ذی حشم دائرے

نعت

سر جھکائے ادب سے قلم ' دائرے
کر رہے ہیں عقیدت' رقم دائرے

آپؐ اپنی عنایت سے بھر دیجئے
کھینچتے ہیں جو اہلِ قلم دائرے

ہو رہا ہے ظہورِ جمالِ نبیؐ
ہر نفس نور ہے' دم بہ دم دائرے

درمیاں ہے چکوروں کے ماہِ مبیں
نورِ وحدت کا بھرتے ہیں دم دائرے

ہیں یہ صدیقؓ و عثمانؓ و حیدرؓ ' عمرؓ
ہیں جو اطرافِ شاہِ اُممؐ دائرے

چار یاروںؓ کے صدقے سے چاروں طرف
ہو گئے کس قدر محترم دائرے

دشمنانِ نبیؐ کے ہوئے سر قلم
چل دیئے سُوئے ملکِ عدم دائرے

لوگ کل تک قبیلوں میں تقسیم تھے
آپؐ آئے، ہوئے سب بہم دائرے

آپؐ کی ذات مرکز بنی جس گھڑی
ہو گئے ایک دوجے میں ضم دائرے

موج در موج آقاؐ کا پھیلا کرم
اور بنتے گئے یم بہ یم دائرے

ٹھوکروں میں ستارے ہیں بُراق کی
جگمگاتے ہیں ہر ہر قدم دائرے

پیشوائی کو آئے ہیں سب انبیاءؑ
ہیں امامِ زماںؑ محترم دائرے

ایک ہی نور ہے اِس طرف' اُس طرف
قابَ قوسین ' صحنِ حرم دائرے

دیکھا دیکھی زمیں بھی بنانے لگی
رقصِ مُرغانِ باغِ ارمؑ دائرے

یاد میں آپکی اشک بہتے رہے
جذب کرتے رہے رنج و غم دائرے

لعل و یاقوت پلکیں پرونے لگیں
پھر بنانے لگی چشمِ نم دائرے

گردشِ روز و شب سے بچا لیجئے
میرے آقا بنیں کم سے کم دائرے

جان اپنی ہے اپنے نبیؐ پر فدا
گرد اُن کے بناتے ہیں ہم دائرے

میں جو طیبہ میں پرکار بن کر پھرا
راس آئے خدا کی قسم دائرے

دی طوافِ حرم نے مجھے آگہی
اب بناتا رہے جامِ جم دائرے

سبز گنبد نے چپکے سے خسرؔو کہا
بن گئے وجہِ لطف و کرم دائرے

نعت

کسی سفینے سے پہنچے، کسی بھی زینے سے
دعا کا گہرا تعلق ہے دل سے، سینے سے

گداگری کے بھی آداب کچھ رکھو ملحوظ
جو مانگنا ہو وہ مانگو مگر قرینے سے

میں ایک رندِ بلانوش بر لبِ کوثر
غرض انہیں ہے پلانے سے مجھ کو پینے سے

نفس نفس میں رچی ہے عجیب سی خوشبو
لیا ہے روح نے اک پیرہن مدینے سے

درود پڑھ کے جو پھونکا ہے جسم پر، خسروؔ
مہک گلاب کی آنے لگی پسینے سے

نعت

اس دورِ بے سکوں میں فراغت کے واسطے
لکھتا ہوں نعت قلب کی راحت کے واسطے

پاکیزگی بھی من کی ضروری ہے تن کے ساتھ
وِردِ دُرود بھی ہو طہارت کے واسطے

پر چا بکتا ہوا ہے گرفتارِ رنج ہوں
آ جایئے حضورؐ شفاعت کے واسطے

دل خود بخود کھنچا ہے سوئے شہرِ مصطفےٰؐ
نکلا ہوں گھر سے جب بھی سیاحت کے واسطے

اب ہیں فراقِ دید میں آنکھیں لہولہو
کیجیے کوئی سبیل زیارت کے واسطے

چاٹی ہے خاک میں نے درِ شہرِ علم کی
اہلِ زباں کے بیچ فصاحت کے واسطے

بدر و حُنین و خیبر و خندق ہو یا اُحد
مولا علیؑ ولی تھے نیابت کے واسطے

اس ربِ کُل نے، کُل میں سے خود منتخب کیا
محبوبِ کُل کو، کُل کی قیادت کے واسطے

خسروؔ خدا نے شانِ رسالت کے ساتھ ہی
بارہ بھی چُن لئے تھے امامت کے واسطے

نعت

چونکا سکیں نہ اور کسی گھر کی دستکیں
چاروں کو تھیں عزیز اسی در کی دستکیں

عثمانؓ ہوں، عمرؓ کہ برادرؓ ہوں یار ہوں
در پہ نبیؐ کے تھیں وہ برابر کی دستکیں

یکساں کھلا ہے ادنیٰ و اعلیٰ پہ اُس کا در
قنبرؓ کی ہوں یا ہوں کسی بوزرؓ کی دستکیں

جب بھی کسی نے قصد کیا شہر علم کا
کام اس کے آئی ہیں درِ حیدرؓ کی دستکیں

سوئے صدائے خیر کھنچے جا رہے ہیں لوگ
باطل کا زور ہے نہ ہیں اب شر کی دستکیں

سُن سُن کے رشک کرنے لگے ہیں جن و بشر
اُس در پہ جبرئیلؑ کے شہپر کی دستکیں

اب دل کی دھڑکنوں میں ہے شامل ندائے حق
ناداں نہیں یہ تیشہ آذر کی دستکیں

بھولی نہیں ہیں آج بھی لہریں فرات کی
مردہ دلوں پہ سبطِ پیمبرؐ کی دستکیں

لے جا ہوائے شوق اُڑا کر ورق ورق
جا کر اُنہیں سُنا مرے محضر کی دستکیں

ٹکرا رہی ہے ساحلِ ہستی سے موجِ وقت
کہتی ہیں ناخدا سے سمندر کی دستکیں

وا ہوگیا ہے مجھ پہ درِ روضۂ رسولؐ
کب رائیگاں گئیں دلِ مضطر کی دستکیں

جلد آیئے حضورؐ شفاعت کے واسطے
اب گونجتی ہیں نامۂ محشر کی دستکیں

مل جائے گا کبھی نہ کبھی اذنِ حاضری
مت ہاتھ کھینچ ہیں یہ مقدر کی دستکیں

خسرؔو نصیب تُو بھی وہاں آزما کے دیکھ
در کھولتی ہیں سب پہ اُسی در کی دستکیں

نعت

جس میں نہ ہو پیدا ترے افکار کا عالم
کیا پوچھنا اُس قوم کے اِدبار کا عالم

کیا جانیے کس غارِ ہلاکت میں گرائے
عالم کی بدلتی ہوئی اقدار کا عالم

اطوار میں بے مثل تو کردار میں یکتا
ہو کس سے بیاں احمدِ مختارؐ کا عالم

کیا نطق اِحاطہ کرے اُس شخص کے اوصاف
تھا جس کی خموشی میں بھی گفتار کا عالم

خاکِ کفِ پا جس کی فرشتے بھی نہ پائیں
اللہ رے اُس نور کی رفتار کا عالم

اَے آبلہ پا نقشِ قدم سے ترے اب تک
گل رنگ ہے اس وادیء پرخار کا عالم

اَے فخرِ مسیحا تری قربت کا ہے اعجاز
اچھا ہے دمِ مرگ بھی بیمار کا عالم

ہر داغ تری یاد کا لو دینے لگا ہے
اب دید کے قابل ہے دلِ زار کا عالم

ہر سانس سے آتی ہے ترے قرب کی خوشبو
ہر چشم میں رقصاں ہے ترے پیار کا عالم

اُس کا میں ثنا خواں ہوں، ثنا جس کی عبادت
کیا پوچھنا خسرو مرے اشعار کا عالم

(1968)

نعت

ہے نام محمدؐ تو لقب تیرا امیں ہے
حامل ترے اوصاف کا قرآنِ مبیں ہے

اُس کے لیے ہر دور ہے رسوائی مقدر
در سے ترے جو آج بھی برگشتہ جبیں ہے

ہم تیرے غلاموں کی غلاموں پہ بھی نازاں
ہر شے سے تری خاکِ کفِ پا بھی حسیں ہے

اب اس کے علاوہ نہیں کچھ ہوش کی صورت
یہ نقشِ قدم تیرا ہے، یہ اپنی جبیں ہے

جائیں بھی تو ہم تجھ سے بچھڑ کر کہاں جائیں
تیرے بنا دنیا ہے، نہ عقبیٰ ہے، نہ دیں ہے

مسجودِ ملائک ہے ترے گھر کی یہ دہلیز
جنت کے سوا ہے کوئی جنت تو یہیں ہے

اس درجہ بھی خسرؔو نہ ڈرو لغزشِ پا سے
جب عرصۂ محشر میں شفاعت کا یقیں ہے

(1968)

نعت

کیسے درِ آقا سے پلٹ جاؤں میں خالی
دل صورتِ کشکول ہے اور آنکھ سوالی

اَے کاش رہے ہاتھ میں آئی ہوئی جنت
تا عمر میں پکڑے رہوں روضے کی یہ جالی

صحرا کی کڑی دھوپ میں سرکارِ دوعالم
ہیں پیڑ کا سایہ کہیں پھولوں بھری ڈالی

وہ باغ نہ کیوں پھولے پھلے فضلِ خدا سے
محبوبِ خدا آپ ہوں جس باغ کے مالی

امید شفاعت کی نہ کیوں حشر میں رکھوں
بجز آپ کے ہوگا نہ کوئی وارث و والی

بڑھ بڑھ کے فرشتوں نے قدم عرش پہ چومے
حوروں نے نچھاور کری تاروں بھری تھالی

ہے حمد کے لائق نہ سخن نعت کے قابل
حسانؓ کا لہجہ ہے نہ آوازِ بلالؓ

طالب ہوں معانی کا قوافی کے سفر میں
مجرم ہوں مکدر ہے اگر خدمتِ عالی

لازم ہے کہ جس منہ سے کریں ذکر نبیؐ کا
اس منہ سے نہ نکلے کوئی کوسا، کوئی گالی

اس کا ہے نبی دوست جو ہے دوست علیؓ کا
سچ ہے کبھی اک ہاتھ سے بجتی نہیں تالی

حاصل جو مجھے خاکِ مدینہ ہوئی خسرو
سر پر کبھی ڈالی، کبھی آنکھوں میں لگالی

⟡⟡

نعت

رتبہ خدا نے جس کا بڑھایا تم ہی تو ہو
سردار انبیاء کا بنایا تم ہی تو ہو

قربان دینِ حق پہ کیا اپنی آل کو
سب کچھ گنوا کے کچھ نہ گنوایا تم ہی تو ہو

قائم ہے دم قدم سے تمہارے یہ کائنات
ہم جس میں رہ رہے ہیں وہ دنیا تم ہی تو ہو

روشن ہے جس کے نور سے ہر گوشہء حیات
رشکِ قمر، وہ آئینہ چہرہ تم ہی تو ہو

رحمت سے جس کی ہے دمِ محشر رکا ہُوا
تھاما ہے جس نے عرش کا پایا تم ہی تو ہو

تسبیح جس کے نام کی پڑھتا ہوں روز و شب
وہ اسمِ خاص میرا وظیفہ تم ہی تو ہو

تاثیر جس کے نام میں پنہاں دوا کی ہے
کہتا ہے دل وہ فخرِ مسیحا تم ہی تو ہو

در سے تمہارے دولتِ دنیا و دیں ملی
ایمان و آگہی کا خزینہ تم ہی تو ہو

خسرؔو کے دل کو جس کی شفاعت کا ہے یقیں
حرفِ یقیں وہ اس کا عقیدہ تم ہی تو ہو

(2001)

نعت

تھا اثاثہ علیؑ کا سرمایہ
وقتِ رخصت نبیؐ کا سرمایہ

لے اڑی پھر ہوائے حق آثار
کُل بت آذری کا سرمایہ

ایک شمع کے چار پروانے
بن گئے روشنی کا سرمایہ

فاطمہؑ و علیؑ، حسینؑ و حسنؑ
ہیں خدا کے نبیؐ کا سرمایہ

بیچ نہرِ فرات ڈوب گیا
ایک مردِ شقی کا سرمایہ

اور پھر دیکھا مثلِ کشتی نوحؑ
بڑھتے آلِ نبیؐ کا سرمایہ

اُمڈا آتا ہے نور کا سیلاب
بہہ گیا تیرگی کا سرمایہ

چاندنی آپ ہی کے نور سے ہے
آپ ہیں چاندنی کا سرمایہ

آپؐ کے دم سے ہے مہک گل میں
آپؐ ہیں ہر کلی کا سرمایہ

آپؐ ہی تو ہیں ساقیِ کوثر
میری تشنہ لبی کا سرمایہ

دونوں عالم میں ہیں شفیعِ اممؐ
آپؐ ہر اُمتی کا سرمایہ

آپؐ ہی انبیاء کے وارث ہیں
آپؐ ہیں ہر نبیؐ کا سرمایہ

حاضری کا ہو اذنِ عام کہ اب
ختم ہے ہر کسی کا سرمایہ

ایک سجدہ سوئے دیارِ حبیبؐ
ہو مری زندگی کا سرمایہ

آیا عشقِ نبیؐ میں بالآخر
کام میری خودی کا سرمایہ

اب تکبر ہے اور نہ ہے وہ غرور
میں ہوں اور عاجزی کا سرمایہ

خاک ہے شانِ قیصر و کسریٰ
دھول ہے خسروی کا سرمایہ

ہے سوا شاہ کے خزانوں سے
اک گدائے نبیؐ کا سرمایہ

نعت گوئی سخن کا ہے معیار
نعت ہے شاعری کا سرمایہ

اک قصیدہ بنامِ شاہِ جہاں
ہے رہِ اُخروی کا سرمایہ

میرے آقاؐ کی اک نظر خسرؔو
ہے مری زندگی کا سرمایہ

نعت

(مجھے اپنے در سے نہ لوٹائیے)

میرے آقا!
حضوری کو حاضر ہوں میں
میری آنکھوں کے ساغر چھلکنے لگے
بے قراری کے بادل امنڈنے لگے
میری ہر سوچ قابو سے باہر ہے اب
میرے باطن میں جو کچھ ہے، ظاہر ہے سب!
سب کو معلوم ہے!

کوہ و دریا بھی حائل ہوں گر راہ میں
فکر مجھ کو نہیں
میری بیتابیٔ دل کو پر لگ گئے!

میں نے رختِ سفر اب ہے باندھا ہُوا
اپنے پیروں سے میں نے
بھنور اب ہے باندھا ہُوا

میں نے مانا بہت میں گنہگار ہُوں
میں سیہ کار ہوں!
میرے آقا!
حضوری کو حاضر ہوں میں
مجھے اپنے در سے نہ لوٹائیے!!

(2014)

نعت

(محبتِ آلِ رسولؐ)

بجھتے دیوں کو نورِ صداقت عطا کرے
اجڑے ہوئے چمن کو جو خونِ شباب دے
مردہ دلوں میں زیست کی چنگاریاں بھرے
جو موت کے سلام کا ہنس کر جواب دے

یارب شبِ فراق کو اتنا نہ طول دے

جس سے ہو معرفت ہمیں حاصل وہی شراب
چکھنے سے جس کے ہو کوئی کامل، وہی شرب
آبِ حیات جس میں ہو شامل، وہی شراب
ہو کوثری صفات کی حامل ، وہی شراب

رندوں کو بھی جو ہوش و خرد کے اصول دے

جو ہر نظر کو دید کی طاقت عطا کرے
سوچیں جسے تو ذہن کو اک تازگی ملے
خوشبو سے جس کی گلشنِ عالم مہک اُٹھے
یارب سدا بہار ہو ایسا وہ پھول دے

یعنی دلِ محبتِ آلِ رسولؐ دے

نعت

(مناظرہ حق و باطل)

چھائی تھی ہر اک سمت جو باطل کی سیاہی
انسان کی بدلی ہوئی فطرت نظر آئی

کمزوروں کی آہوں کا دھواں عرش پہ پہنچا
آتی تھی صدا کانوں میں مالک ہے دُہائی

یہ دیکھ کے پھر رحمتِ حق جوش میں آئی
خالق کی رضا سرورِ عالمؐ نے جو پائی

کچھ لوگوں کو اک روز بُلا پاس، یہ پوچھا
سچ بولو نگاہوں میں تمہاری ہوں میں کیسا

کہنے لگے سب لوگ کہ ہے ہم کو تمہاری
سچائی کی عادت پہ تہہِ دل سے بھروسا

جو کچھ بھی کہو اُس پہ یقیں آج کریں گے
جس سمت بھی لے جاؤ گے اُس سمت چلیں گے

یہ سُن کے نیا طور نیا ڈھنگ بتایا
پیغامِ خدا ہادیٔ برحق نے سنایا

معبود تمہارے ہیں جنہیں تم نے بنایا
ہاتھوں سے اُٹھایا کبھی خود تم نے بٹھایا

یہ عہد کرو اِن کی پرستش نہ کرو گے
اور مالکِ برحق کے سوا نام نہ لو گے

اک شخص نے یہ سُن کے کہا رنگ بدل کے
مذہب یہ بزرگوں کا تمہارے ہے ازل سے

اب کون سا سودا ہے بھلا سر میں سمایا
یہ کون سا مذہب ہے جسے تم نے بتایا

بے جرم اگر کوئی سزا دو گے، سہیں گے
جو کچھ بھی کہو تم وہی ہم پورا کریں گے

جتنے ہیں قبیلے یہاں سب مل کے رہیں گے
تلواروں کو ہم چوم کے یہ عہد کریں گے

مانگو گے تو بے چون و چرا جان بھی دیں گے
اور صرف تمہارے لیئے ہم آن بھی دیں گے

چاہو تو حسینوں کے یہ تحفے بھی اِدھر ہیں
ہاتھوں میں بھی رکھنے کے لیے شمس و قمر ہیں

دینے کو ہے سرداریء عالم کا بھی منصب
جھکنے کو یہاں لاکھوں کی تعداد میں سر ہیں

بدلے میں فقط تم سے ہے یہ ہم کو گوارا
لو خالقِ برحق کا نہ تم نام خدارا

یہ سُن کے کہا آپؐ نے حالت پہ تمہاری
افسوس صد افسوس جہالت پہ تمہاری

سودا یہ کسی طور گوارا نہیں مجھ کو
سچ پوچھو تو اب ضبط کا یارا نہیں مجھ کو

گونگے بھی ہیں، بہرے بھی ہیں معبود تمہارے
مجبور ہیں، معذور ہیں مسجود تمہارے

جو ناک پہ بیٹھی ہوئی مکھی نہ اُڑائیں
وہ کیسے بھلا کام کسی اور کے آئیں

کچھ لوگ یہ سنتے ہی چلے اُٹھ کے وہاں سے
مرعوب ہوئے آپ کے کچھ حُسنِ بیاں سے

اقرار کیا دل سے محمدؐ کی وفا کا
بیساختہ پھر کلمہ پڑھا نامِ خدا کا

✧✧

استغاثہ

ایسے عالم میں کہ عاجز ہوں لب و نطق و بیاں
کیا کریں عرض نہیں آپؐ سے کچھ بھی تو نہاں
مصطفےٰؐ ، ختمِ رُسل ، شاہِ اممؐ فخرِ جہاں

حالِ آشفتہ سراں ، حالِ آشفتہ سراں!

پھول کھلتے ہیں تو شبنم لہو رو جاتی ہے
آمدِ فصلِ بہاراں کی خبر سنتے ہی
نکہتِ گُل بھی پریشاں سی نظر آتی ہے
کیسے ممکن ہے سجے پھر سے بساطِ دل و جاں
مصطفےٰؐ ، ختمِ رُسل ، شاہِ اممؐ فخرِ جہاں
کیا کریں عرض نہیں آپؐ سے کچھ بھی تو نہاں

حالِ آشفتہ سراں ، حالِ آشفتہ سراں!

ذرّے ذرّے کے جگر سے ہے رواں چشمۂ درد
قطرے قطرے میں ہے اک موجِ الم خوابیدہ
سینۂ سنگ کہ جیسے ہو کوئی شیشۂ دل
یورشِ غم سے ' گرانبارئ افکار سے چور
ایک گمنام مسافر کے لئے اشک فشاں
مصطفےٰ ' ختمِ رُسل ' شاہِ اُمم ' فخرِ جہاں
کیا کریں عرض نہیں آپؐ سے کچھ بھی تو نہاں

حالِ آشفتہ سراں ' حالِ آشفتہ سراں!

سسکیاں لیتی ہیں جنگل کی ہوائیں کب سے
خشک پتے کیئے جاتے ہیں یہ کس کا ماتم
دشتِ غربت میں لپیٹے ہوئے سر سے سورج
اپنے شانوں پہ اٹھائے ہوئے اپنا لاشہ
کون ہے جس کے لئے خود ہے اجل نوحہ کناں
مصطفےٰ ' ختمِ رُسل ' شاہِ اُمم ' فخرِ جہاں
کیا کریں عرض نہیں آپؐ سے کچھ بھی تو نہاں

حالِ آشفتہ سراں ' حالِ آشفتہ سراں!

دل کے آئینے پہ ہے گردشِ ایام کی گرد
چاند سے چہرے کو گہناتی ہے آلام کی گرد
راستے گم ہیں، نگاہوں سے ہے منزل اوجھل
روزِ روشن پہ شبِ تار کا ہوتا ہے گماں!
مصطفےٰ ، ختمِ رسل ، شاہِ امم، فخرِ جہاں
کیا کریں عرض نہیں آپؐ سے کچھ بھی تو نہاں

حالِ آشفتہ سراں، حالِ آشفتہ سراں!

نعت

(دامن دریدہ، جیب خالی ہے)

شفاعت چاہئے
روزِ قیامت آپکی آقا!
کوئی دامن دریدہ، جیب خالی ہے!
سوالی ہے!!
کسی کے کاسۂ جاں کو فلک گردش میں رکھتا ہے!
زمیں قدموں کے نیچے سے سرکتی ہے
ہوا آوازہ کستی ہے!
مگر اس نفسا نفسی کی فضاؤں میں جو اس نے حرف لکھے ہیں
جو مضموں اس نے باندھا ہے
وہ سادہ ہے!
سمجھ میں آنے والا ہے
عقیدت کے جو موتی اس نے پلکوں میں پروئے ہیں
وہ نعتوں میں سموئے ہیں!

اجالے میں کبھی دن کے
کبھی راتوں میں لکھا ہے!
گواہی دونوں آنکھیں دے رہی ہیں
کتنی برساتوں میں لکھا ہے!
یہی اس کی گزارش ہے
یہی اپنا اثاثہ ہے!

انہی کی برکتوں سے اپنی راہوں میں اجالا ہے
کہیں اک چاند نکلا ہے!
اسی اک چاند کا ہر گھر میں ہالا ہے!!
شفاعت چاہیئے
روزِ قیامت آپکی آقا!
کوئی دامن دریدہ
جیب خالی ہے!
سوالی ہے!!

منقبت

(عید مباہلہ)

وہ بھی تھے سب کے ساتھ نبیؐ کی جناب میں
اصحاب رات بھر سے جو تھے اضطراب میں

ہمراہ تھے حسینؑ و حسنؑ فاطمہؑ علیؑ
جو اُن کے آسکا نہ کوئی انتخاب میں

اُٹھے قدم رسولؐ کے حکمِ خدا کے ساتھ
نورِ خدا تھا نورِ رسالتمابؐ میں

فخر و غرور و ناز و تکبر کے ساتھ ساتھ
عالم اُدھر بھی تھے کئی اہلِ کتاب میں

رخ پر پڑی نگاہ تو بے ساختہ کہا
کیوں وقت رائگاں ہو سوال و جواب میں

اس کا حساب آج نہ کرنا پڑے کبھی
گزری ہے زندگی جو گناہ و ثواب میں

یہ بددعا کریں تو قیامت کا ہو نزول
تبدیل ہو یہ روز بھی روزِ حساب میں

ایمان لاؤ ہاتھ پہ ان کی بیعت کرو
چھوڑو مباہلہ نہ پڑو تم عذاب میں

یہ کہہ کے، سر جھکائے قدم تیز چل دیے
ڈر تھا کہ آ نہ جائیں کہیں وہ عتاب میں

عرضی گزارتا ہوں میں یارب ترے حضور
ہے آرزو یہی دلِ خانہ خراب میں

دو گز زمیں جو پائیں دیارِ نبیؐ میں ہم
جنت سے کم نہیں ہے ہمارے حساب میں

خسروؔ کو پنجتنؑ کی غلامی نصیب ہو
مل جائے خاک، خاکِ درِ بوترابؓ میں

(2003)

ہر ذرہ دشتِ ریگِ بلا کا ہے آئینہ
ہر آئینے میں ضم ہیں بہتّر کے آئینے

(ف ن خ)

منقبت

(مولا علیؑ)

سامنے آنکھوں کے ہے منظر کھلا
جلوۂ محبوب سر تا سر کھلا

شق ہوئی دیوارِ کعبہ، گھر کھلا
دیکھتے ہی دیکھتے اک در کھلا

پیشوائی کے لیے آئے ملک
رتبۂ دامادِ پیغمبر کھلا

رقص میں یوں محو ہیں مرغ چمن
جیسے رہ جائے قفس کا در کھلا

پارہ پارہ کلۂ اژدر ہُوا
زورِ دست و بازوئے حیدرؑ کھلا

قوتِ باطل نہ کیوں ہو سرنگوں
جب سے حالِ مرحب و عنتر کھلا

رحمتِ حق آج ہے سایہ فگن
سربسر جبرئیل کا شہ پر کھلا

کس طرح ممکن نہ ہو حاجت روا
کیسے رہ جائے نہ کوئی در کھلا

ذرہ ذرہ بن گیا تصویرِ وصل
نقشِ پائے یار کا جوہر کھلا

کیا کہیں حالِ شبِ معراج ہم
منصبِ حیدر کھلا، جس پر کھلا

کیوں نہ اُس پر فاش ہوں اسرارِ حُسن
جس نے دیکھا ہے رُخِ حیدرؑ کھلا

دوستو آؤ کہ شہرِ علم میں
داخلے کا ہے یہی اک در کھلا

ہم کہ ہیں خسروؔ غلامِ پنجتن
ہم پہ ہے اکرامِ پیغمبرؐ کھلا

بدر و حُنین و خیبر و خندق ہو یا اُحد
مولا علیؑ ولی تھے نیابت کے واسطے

(ف ن خ)

منقبت

(مولا علیؑ)

وہ میرا مولا، وہ میرا آقا، وہ سب کا مولا وہ سب کا آقا
حسب میں اُونچا، نصب میں اعلیٰ، ولی رسُل کا، وصی خدا کا

چمک تھی اُس میں ستاروں جیسی، مہک تھی اس میں بہاروں جیسی
تجلیوں نے کیا تھا اُس کی حواس و ہوش و خرد کو خیرہ

امانتوں کا امین تھا وہ، ستونِ دینِ مبین تھا وہ
کہ دیکھنا تھا اُسے عبادت ورق قراں کا تھا اُس کا چہرہ

بیاں کرے کیا کوئی فضائل، ہو مردِ میداں کہ در پہ سائل
نہ اُس کے جیسا کوئی جری تھا نہ اُس کا ہمسر کوئی سخی تھا

یہی بس اک آرزو ہے خسروؔ کہ موت آئے تو اس طرح سے
ہو میرے ہاتھوں میں ہاتھ اُس کا، لبوں پہ میرے ہو نام اُس کا

منقبت

(عیدِ غدیر)

علیؑ کا گدا میں علیؑ کا فقیر
علیؑ کی محبت میں ہوں میں اسیر

کہا عرش سے آکے جبرئیل نے
میں آیا ہوں بن کے خدا کا سفیر

علیؑ ہوں گے بس جانشینِ نبیؐ
کہ شیرِ خدا ہیں یہ ہیں دست گیر

علیؑ کو عطا جب ولایت ہوئی
لگا جا کے قلبِ منافق میں تیر

پلا ساقیا جامِ کوثر پلا
بپا ہے یہاں جشنِ عیدِ غدیر

✧✧

منقبت

(مولا علیؑ)

آیا ہے جب کبھی مرے لب پر علیؑ کا نام
آسان ہو گئے ہیں جو مشکل تھے میرے کام

"مشکل کشا مدد" کے ادا لفظ جب ہوئے
گرتے ہوئے کو بڑھ کے لیا ہے کسی نے تھام

جب سے غلامِ پنجتنِ پاک دل ہُوا
وردِ زباں ہیں شام و سحر پنجتنؑ کے نام

جو آپ سے ملا اُسے کیا کچھ نہیں ملا
دنیا و دیں کے اول و آخر کو ہیں امام

منکر نکیر قبر میں آئیں گے پوچھنے
ہے کیا حسب نسب ترا کچھ ہے نشان و نام

قنبرؓ کی خاک و پا ہوں، سوال و جواب کیا
حیدرؓ کا جو غلام ہے اُس کا ہوں میں غلام

پیتا رہوں گا میں بھی مئے حبِ اہلِ بیتؑ
بھر بھر کے دیں گے ساقیِ کوثر مجھے بھی جام

ہر خاص و عام کی ہے زباں پر مرا سخن
میں خاص ہوں کہ آپ نے مجھ کو کیا ہے عام

حاصل ہے کسبِ فیض درِ شہرِ علم سے
خسروؔ کرے گا میری سفارش مرا کلام

(2003)

منقبت

(سیدۃ، طاہرۃ، حضرتِ فاطمہؓ)

حضرتِ فاطمہؓ
سیدۃؓ، طاہرۃؓ!
کیوں نہ ہوں آپ فخرُ النسا جہاں
دیں گے اس کی گواہی
زمیں، آسماں!
مرتبہ سب سے اعلیٰ
ہے رتبہ سوا!

جن کی تعظیم و تکریم
کرتے رہے
بارہا، برملا
ان کی جانب بڑھا کر قدم

تاجدارِ حرم
سید الانبیاءؐ
حامد و احمد و مصطفےٰؐ
خود رسولِ خداؐ !

سیدہؑ، طاہرہؑ، حضرتِ فاطمہؑ
جن کے در پر فرشتے اُترتے رہے!
جن کے لختِ جگر حوضِ کوثر کے مالک
جو روزِ ازل سے ہی جنت کے سردار تھے!
وہ حسینؑ و حسنؑ
سید الشہدا
جن کا غم
میرے سینے کی
میراث ہے
مری پیاس ہے!

اور حسن مجتبیٰؑ
خُلق جن کا زمانے میں مشہور تھا!
آپ فیاض تھے

آج بھی جن کا لنگر ہے جاری

یہاں اور وہاں!

صلح جو تھے بہت

نرم دل، نیک خو تھے بہت

اپنی ماں کی طرح!

اُن کی ماں!

ہاں وہی سیدہ فاطمہؑ

جن کی دختر، نبیؐ کی نواسی

جو ہے آقا زادی مری

زینب بے ردّا

اپنے بابا

علی کی نیابت کی پوری گواہی بنی

پیشِ دربار تھی!

غاصبوں کے خلیفہ کے حلقوم پر

اُس کی للکار

تلوار تھی!

ہو بہو اپنی ماں کی طرح!

اُس کی ماں!

ہاں وہی سیدہ فاطمہؑ
جن کے شوہر
علیؑ!
ہاں وہی اک علی
جو ولی تھے خدا کے
نبیؐ کے وصیؑ!
ہاں وہی اک علی!
جن کا ثانی شجاعت میں
ڈھونڈے سے ملتا نہ تھا!
ہاں وہ خیبر شکن
صف شکن!
خندق و بدر ہو یا حُنین و اُحد
ہو وہ صفین یا پھر جمل!
گمرہوں کے لیے باعمل!
رہنما وہ علی
وہ علی
جس کی خلوت وجلوت کی ہمراز و دمساز تھی
باوفا
ہاں وہی فاطمہ، سیدہ!

اُس نبیؐ کے وصی کی
خدا کے ولی کی
علی کی ولایت کی پوری گواہی بنی
کفر جس کے مقابل میں نابود ہے!
آج بھی حرفِ حق کی
توانا علامت کی صورت میں
دربارِ خلفا میں موجود ہے!

ہاں وہی مادرِ آئمہ
مرتبہ جن کا اعلیٰ ہے رتبہ سوا!
آپ فخر النسائے جہاں
دیں گے اس کی گواہی زمیں، آسماں
سیدہؑ، طاہرہؑ، حضرتِ فاطمہ!!

(2017)

منقبت

(حضرت فاطمہ زہراؑ)

جب لکھا میں نے کتابِ دل پہ نامِ فاطمہؑ
خامہ اُٹھ اُٹھ کر جُھکا بہرِ سلامِ فاطمہؑ

گھر پہ نا دستک دیے آتے نہ تھے جن و ملک
کیا احاطہ ہم کریں، کیا ہے مقامِ فاطمہؑ

جو کی روٹی، گھونٹ بھر پانی کبھی سوکھی کھجور
بیچ افطار و سحر ماہِ صیامِ فاطمہؑ

اللہ اللہ کیا ہے شانِ آمدِ بنتِ نبیؐ
"خود پیمبرؐ کر رہے ہیں احترامِ فاطمہؑ"

دیکھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوتے تھے تعظیماً حضورؐ
وہ خرامِ فاطمہؑ ہو یا قیامِ فاطمہؑ

انا اعطینا کی صورت میں نبیؐ کو دی نوید
خالقِ کل نے یوں بخشا ہے دوامِ فاطمہؑ

جزوِ ایمانی بنا حکمِ خداوندی کے ساتھ
آیۂ تطہیر کی صورت کلامِ فاطمہؑ

سر ملے سُنتے ہی پھر بعدِ نبی سب پھر گئے
جب کہا باغِ فدک ہوگا بنامِ فاطمہؑ

ہر ستم پر کہہ رہیں تھیں سیدہؑ پروردگار
تُو ہی لے گا ظالموں سے انتقامِ فاطمہؑ

اصغرؑ و اکبرؑ، حسینؑ و عابدؑ و زینبؑ کے ساتھ
کٹ رہے تھے کربلا میں صبح و شامِ فاطمہؑ

فاطمہؑ بنتِ نبیؐ ہیں مادرِ کُل آئمہؑ
ماسوا ابنِ ابی طالب، امامِ فاطمہؑ

در زمین و آسماں یک پرتوِ نورِ مبیں
ضوفشاں ہے آج بھی ماہِ تمامِ فاطمہؑ

اَے خدا ہے واسطہ تجھ کو نبیؐ کی آل کا
بخش دے میری خطائیں تو بنامِ فاطمہؑ

برلبِ تسنیم و کوثر منتظر حسنینؑ ہیں
ہے بجا خسرو جو ہے نازاں غلامِ فاطمہؑ

(2016)

منقبت

(امام حسنؑ)

کہا جو خلق نے کیوں دل میں آبسا ہے حسنؑ
ندا یہ آئی کہ دلبرِ مرتضٰےؑ ہے حسنؑ

طوافِ رخ میں ہیں مصروف مہر و ماہ و نجم
سراپا حُسن ہے، تصویرِ مصطفٰےؐ ہے حسنؑ

یہ جشنِ روزِ ولادت ہے میرے مولا کا
جلی حروف سے قدرت نے خود لکھا ہے حسنؑ

ملائکہ چلے آتے ہیں تہنیت کے لئے
"جہاں میں آلِ محمدؐ کی ابتدا ہے حسنؑ"

یہی ہے وارثِ ممبر ، سوارِ دوشِ نبیؐ
نصابِ دہر میں تفسیرِ ہل اتیٰ ہے حسنؑ

حسنؑ کے نام کا لنگر ہے آج بھی جاری
نگاہِ وقت میں اک زندہ معجزہ ہے حسنؑ

جو منگتی یہاں آتے ہیں ، کہتے جاتے ہیں
خدا کے بیچ وسیلہ بنا ہُوا ہے حسنؑ

نہ حیلِ وحجتِ دنیا ، نہ قیل و قالِ جہاں
دغا فریب سے عاری ہے ، بے ریا ہے حسنؑ

اتار پھینکے جو رخ سے منافقت کا نقاب
منافقوں کے لئے ایسا آئینہ ہے حسنؑ

فرشتے اس کی حضوری میں رہ کے کہتے ہیں
قسم خدا کی عجب بندہء خدا ہے حسنؑ

بس اس خیال سے، آپس میں ہو نہ خوں ریزی
اُتر کے تختِ شہی سے وہ آ رہا ہے حسنؑ

نہ لب پہ شکوہ شکایت نہ دل میں رنج و ملال
ملا جو زہر خموشی سے پی گیا ہے حسنؑ

درِ حسنؑ سے جو مس ہو تو خاک ہے سونا
مری یہ خاک بھی کہتی کیمیا ہے حسنؑ

نہ کیوں ہوں صورت و سیرت میں آپ اپنی مثال
حسینؑ نورِ نظر، جانِ سیدہؑ ہے حسنؑ

لباسِ سرخ کی گر دلکشی حسینؑ سے ہے
قبائے سبز کی زینت بڑھا رہا ہے حسنؑ

حسینؑ صبر و رضا کی ہے آخری منزل
تو خُلق و مہر و مروت کی انتہا ہے حسنؑ

اُفق پہ دیکھا برِ ساحلِ فرات رقم
فدائے راہِ شہیدانِ کربلا ہے حسنؔ

شمار ہوگا غلاموں میں روزِ حشر مرا
خوشا نصیب جبیں پر لکھا ہُوا ہے حسنؔ

کرم خدا کا جو روزی حلال ہے خسروؔ
وسیلہ نانِ جویں کا بنا ہُوا ہے حسن

منقبت

(سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں)

اے حسین ابنِ علیؑ ، اے تاجدارِ کربلا
فاطمہؑ کے لختِ دل ، نورِ نگاہِ مصطفیٰؐ
دہر میں تجھ سا ہوا پیدا نہ کوئی دوسرا
اپنے قول و فعل سے تو نے یہ ثابت کر دیا

راہِ حق سے اک قدم پیچھے ہٹا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

تیری خود داری کے آگے سرنگوں ہے کائنات
عزم و ہمت کا نمونہ ہے مجسم تیری ذات
تیری قربانی میں پوشیدہ ہے پیغامِ حیات
تین دن کی تشنگی بھی دے سکی تجھ کو نہ مات

بھولے بھٹکے جب کبھی تیرے مقابل آ گئی
موت کے چہرے پہ بھی اک بار زردی چھا گئی

تو ہے ملت کا وقار ، انسانیت کی آبرو
آنکھ سے بہتے ہیں آنسو، یاد جب آتا ہے تُو
وہ ترا جوشِ عمل ، وہ تیری پیہم جستجو
زندگی تیرا لہو مل کر ہوئی ہے سرخرو

گلشنِ اسلام کی تو آبیاری کر گیا
خاکۂ ہستی میں رنگ اپنے لہو سے بھر گیا

فخر کرتی ہے زمیں نازاں ہے تجھ پر آسماں
اللہ اللہ کس قدر تھا سخت تیرا امتحاں
کیوں نہ ہو ششدر زمانہ سن کے تیری داستاں
کیا یہ ممکن ہے کہ جائے خونِ ناحق رائگاں

راہِ حق میں جگمگاتے ہیں ترے نقشِ قدم
آج بھی حقانیت کا تجھ سے قائم ہے بھرم

منقبت

(فکر قیمز)

اَے مری جان مجھے ڈر ہے یہ روشن بستی
اب کسی اور حوالوں سے نہ جانی جائے
کل کو مانگے کے اُجالوں سے نہ جانی جائے!

اس سے پہلے کہ یہ دل اپنا ہی سودا کر لے
مفلسی ذہن کی کرتی پھرے دریوزہ گری
ساتھ فنکار کے دم توڑے فنِ کوزہ گری!

اس سے پہلے کہ ہر اک روز فصیلِ جاں پر
خونِ ناحق سے لکھی آئے نظر اک تحریر
اس سے پہلے کہ ہر اک شخص کا سو جائے ضمیر!

شہر ہوں نوحہ کناں اپنی ہی ویرانی پر
اس سے پہلے کہ لہو رونے لگے دیدہء خواب
اس سے پہلے کہ ہر اک گھر میں اتر آئے عذاب

اس سے پہلے کہ سوا نیزے پہ سورج چمکے
دن قیامت کا نظر آئے، ہمیں روزِ سعید
حشر اُٹھے تو گلے مل کے کہیں آج ہے عید

اس سے پہلے کہ یزید، ابنِ یزید، ابنِ یزید
خانۂ دل میں جلانے لگیں باطل کے چراغ
اس سے پہلے کہ یہ دل سرد ہوں، سو جائیں دماغ!

دور ذہنوں سے تعصب کا یہ جالا کر لیں!
فکرِ شبیرؑ سے ہم دل میں اُجالا کر لیں!!

منقبت

(ہزار سورج)

میں سوچتا ہوں!
مرے مقدر میں زندگی کی سیاہ راتیں
لکھی ہوئی ہیں!
جو دن بھی میرے گزر رہے ہیں
عذاب ہیں وہ !
بہت بھیانک 'بڑے ڈراؤنے سے خواب ہیں وہ!

میں سوچتا ہوں!
مرے نصیبوں میں کیا یہی کچھ لکھا ہوا ہے
مرے مقدر کا جگمگاتا ہوا ستارہ بجھا ہوا ہے
نفس نفس میرا زہر آلودہ ہو چکا ہے
وجود میرا تمام سُن ہے ضمیر بھی آج سو چکا ہے!

میں جب کبھی یہ سوچتا ہوں!
تو اپنی سوچوں کی تیرگی سے
ہزار سورج جلو میں کرنوں کے قافلوں کو
لئے اترتے میں دیکھتا ہوں!
میں دیکھتا ہوں
ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں بندوں کے درمیاں سے
اُس ایک بندے کو امتحاں کے لئے چنا تھا!
میں سوچتا ہوں کہ وقت کیسا کڑا تھا آخر!
جو امتحاں تھا!
تو وہ بھی کتنا بڑا تھا آخر!
جوان بیٹا تھا زیرِ خنجر!
نہ ہچکچاہٹ، نہ کسمساہٹ
نہ بوڑھے ہاتھوں میں باپ کے تھی
ذرا بھی لرزش
نہ لڑکھڑاہٹ تھی پانووں میں
عجیب صبر و رضا کی منزل فلک کی آنکھوں کے سامنے تھی!
میں سوچتا ہوں!
بزرگ و برتر، عظیم ہے وہ!
رحیم ہے وہ، کریم ہے وہ!

ہزاروں لاکھوں کروڑوں بندوں کے درمیاں جو
عزیز ہوتا ہے اُس کو زیادہ
اُسی کی کرتا ہے آزمائش
اُسی کا لیتا ہے امتحاں وہ!

میں سوچتا ہوں!
خلیلؑ کے دل کا چین ہے وہ
کبھی خدا کے نبی کا پیارا حسینؑ ہے وہ

وہ نینوا ہو
کہ خاکِ بطحا
ہماری آنکھوں کا نور ہے وہ!
ہمارے دل کا سرور ہے وہ!!

نینوا (کربلا)

◇◇

منقبت

(امام زین العابدینؑ)

قیدیوں کا قافلہ سالار تھا
کیل کانٹوں کا جو پہنے ہار تھا

بیڑیاں زنجیر پیروں کی بنیں
طوق جسمِ ناتواں پہ بار تھا

ہر قدم مظلومیت کے باب میں
امتحاں در امتحاں درکار تھا

استقامت میں تھا وہ کوہِ گراں
یوں نحیف و ناتواں، بیمار تھا

ورثہ دارِ حیدرِ کرارؑ کا
صبر ایسے میں اہم ہتھیار تھا

اللہ اللہ استقامت آپ کی
لرزاں براندام کُل دربار تھا

علم تھا خسروؔ، امامِ وقت کو
کس قدر آگے سفر دشوار تھا

◇◇

منقبت

تذکرہ ہے آہنی دیوار کا
اک حسینی قافلہ سالار کا

بھوکا پیاسا ہوگیا اصغرؑ شہید
دل نہیں پگھلا ذرا اغیار کا

ماں کی آنکھوں میں نہ تھے وہ اشکِ غم
اک وسیلہ تھا فقط اظہار کا

جلتے خیمے سے اُٹھا لائیں پھُپھی
ہاتھ پکڑے عابدِ بیمارؑ کا

منقبت

(امام زین العابدینؑ)

قیدیوں کا قافلہ سالار تھا
کیل کانٹوں کا جو پہنے ہار تھا

بیڑیاں زنجیر پیروں کی بنیں
طوق جسمِ ناتواں پہ بار تھا

ہر قدم مظلومیت کے باب میں
امتحاں در امتحاں درکار تھا

استقامت میں تھا وہ کوہِ گراں
یوں نحیف و ناتواں، بیمار تھا

ورثہ دارِ حیدرِ کرارؓ کا
صبر ایسے میں اہم ہتھیار تھا

اللہ اللہ استقامت آپ کی
لرزاں براندام کُل دربار تھا

علم تھا خسروؔ، امامِ وقت کو
کس قدر آگے سفر دشوار تھا

◆◆

منقبت

تذکرہ ہے آہنی دیوار کا
اک حسینی قافلہ سالار کا

بھوکا پیاسا ہوگیا اصغرؑ شہید
دل نہیں پگھلا ذرا اغیار کا

ماں کی آنکھوں میں نہ تھے وہ اشکِ غم
اک وسیلہ تھا فقط اظہار کا

جلتے خیمے سے اُٹھا لائیں پھُپھی
ہاتھ پکڑے عابدِ بیمارؑ کا

دے رہے ہیں دشمنِ آلِ نبی
ساتھ تاج و تخت کا، دربار کا

طالبِ بیعت یزیدِ وقت کو
آج بھی ہے سامنا انکار کا

فیصلہ لکھا گیا تاریخ میں
اک امامِ وقت کا، سردار کا

شہرِ طیبہ کی زیارت کے لیے
بس اشارہ چاہیئے سرکارؐ کا

میں بھی ہوں خسرو غلام ابنِ غلام
جانشینِ حیدرِ کرارؓ کا

منقبت

(حضرت محمد بن ابی بکرؓ)

بغضِ علی کا جو بھی خریدار بن گیا
اس کے لیے یہ رختِ سفر بار بن گیا

رخصت ہوئے حضورؐ تو اصحاب بٹ گئے
کرار بن گیا کوئی فرار بن گیا

پیدا ہُوا خلیفہء اول کے صُلب سے
ہوکر جواں علیؑ کا طرفدار بن گیا

داعی تھا وہ بقائے درود و سلام کا
جب خود مرا درود کا حقدار بن گیا

کوئی بھی آج تک واپس نہ بے نیل و مرام آیا
جو واپس آئے ہیں وہ لوگ با نیل و مرام آئے

عریضے میں طلب کی ہے اجازت باریابی کی
غلام آئے غلام آئے غلام آئے

بجز اک نام اس خط میں نہیں کچھ بھی لکھا میں نے
کہ پروانہ اجازت کا بنام آئے بنام آئے

وزیروں میں نہ میروں میں بس اتنا آپ کہہ دیجے
عوام آئے عوام آئے عوام آئے

سنو لوگو سنو قسمت نے کی ہے یاوری اپنی
منادی ہو رہی ہے آج ہر اک خاص و عام آئے

درِ دولت ہے وا دڑانہ آئے جس کا دل چاہے
ہوا کے دوش پہ چلتا کوئی نازک خرام آئے

کرو وہ کام لے کر پنجتن کا نام دنیا میں
جو کام آئے، جو کام آئے، جو کام آئے جو کام آئے

ہیں نظریں ساقیٔ کوثر کی جانب بادہ خواروں کی
وہ جام آئے، وہ جام آئے وہ جام آئے وہ جام آئے

یہ آنکھیں مُنتظر کی مُنتظِر ہیں گر وہ آجائیں
ہماری زندگی میں دینِ حق کو بھی دوام آئے

پئیں اک گھاٹ پانی شیر و بکری ساتھ میں ایسا
نظام آئے، نظام آئے، نظام آئے، نظام آئے

مرے آقا اگر ہو ثبت بس اک مُہرِ خوشنودی
ابھی یہ موجِ دریا لے کے خسرو کا کلام آئے

منقبت

(امامِ زمانہ)

لو آج اس جہان میں سرکارؑ آگئے
مہکے گا جن سے دین کا گلزار آگئے

یہ بارہویں تجلّیٔ حق ہے جہان میں
دنیا میں جیسے احمدِ مختارؐ آگئے

سُن کر کہ آج آئے مسیحائے دو جہاں
کہنے کو حال عشق کے بیمار آگئے

امیدِ دید دل میں جگائے ہوئے اِدھر
قسمت کو آزمانے گنہگار آگئے

کیا فکر روزِ حشر ہو خسرؔو کہ اب یہاں
بخشش کے واسطے مرے سرکار آگئے

سلام

(صحرا کے بیچ)

بیچ مخلوقِ خدا صحرا کے بیچ
کھو دیا ہم نے خدا صحرا کے بیچ

اک علم سب سے جدا صحرا کے بیچ
ہر قدم بڑھتا گیا صحرا کے بیچ

گُل شبِ عاشور پل بھر کو ہُوا
ایک خیمے کا دیا صحرا کے بیچ

دینِ حق کی سربلندی کا نشاں
تھا نبیؐ کا لاڈلا صحرا کے بیچ

ہو گیا روشن ہمیشہ کے لیے
پھر چراغِ کربلا صحرا کے بیچ

تھا سوا نیزے پہ اُس دن آفتاب
اک قیامت تھی بپا صحرا کے بیچ

تشنہ لب، زخمی دہن، ننھی سی جاں
اور تیرِ حرملا صحرا کے بیچ

آ رہی تھی ہر طرف سے اک صدا
میں ہوں اور میرا خدا صحرا کے بیچ

لشکرِ جرار اور مردِ ضعیف
ایک زندہ معجزہ صحرا کے بیچ

بارشِ تیر و تبر کے درمیاں
اُٹھ گئے دستِ دعا صحرا کے بیچ

تشنگی پھر بھی نہ قاتل کی مٹی
کٹ گیا سوکھا گلا صحرا کے بیچ

ہو امامِ وقت کو میرا سلام
رو کے کہتی تھی قضا صحرا کے بیچ

زندہ رہ کر بھی رہا مردہ یزید
دفن زندہ ہو گیا صحرا کے بیچ

سرنگوں تھی شرم سے انسانیت
سر جو نیزے پر اُٹھا صحرا کے بیچ

تک رہا تھا منہ اُٹھائے آسماں
ایک اسپ باوفا صحرا کے بیچ

فوجِ باطل کے مقابل آج بھی
ہے حسینی قافلہ صحرا کے بیچ

بیبیاں کہتی تھیں اب جائیں کہاں
آخری خیمہ جلا صحرا کے بیچ

مل کے چہرے پر جلے خیموں کی راکھ
منہ چھپاتی تھی حیا صحرا کے بیچ

آگئی شامِ غریبانِ وطن
بچھ گیا فرشِ عزا صحرا کے بیچ

عظمتِ اسلام کا پرچم بنی
بنتِ زہراؑ کی ردا صحرا کے بیچ

دل ہمیشہ کے لیے گہنا گیا
جب اُٹھی گردِ بلا صحرا کے بیچ

ہوگیا اک خسروانہ شام سے
آخری سجدہ ادا صحرا کے بیچ

دل کو تو خسرؔو فقط صحرا نہ جان
ہے اِدھر اک کربلا صحرا کے بیچ

سلام

تھی بھوک پیاس بلا کی، تھا وہ بلا کا سفر
تھا ابتدا ہی سے درپیش ابتلا کا سفر

لپٹ کے نانا کے روضے سے کہہ رہے تھے حسینؑ
بہت کٹھن ہے مدینے سے نینوا کا سفر

پلٹ کے جانا بھی چاہیں تو جا نہیں سکتے
بندھا ہے پاؤں سے یاروں کے کربلا کا سفر

چراغِ راہ ہیں عباسؑ کے نشانِ قدم
اِس ایک نام پہ ہے ختم یہ وفا کا سفر

ابھی بھی جاری ہے خونِ رگِ گلو کی قسم
زمیں سے سوئے فلک تیرِ حُرملا کا سفر

بوقتِ عصر جھکاتے ہی سر بنامِ خدا
تمام ہوگیا اک بندۂ خدا کا سفر

بہ فیضِ آلِ نبیؐ ہر نفس یونہی جاری
رہے گا سینہ بہ سینہ مری دعا کا سفر

ہے پنجتنؑ کا وسیلہ مجھے بہت خسرو
کہ تیز تر ہے مرے حرفِ مدعا کا سفر

ایک ہی سر ہے محوِ تلاوت نیزے پر
ایک ہی سر پر بجتی ہے دستار بہت

(ف ن خ)

◇◇

سلام

(۶ جولائی ۲۰۱۶)

جس گھڑی ڈھونڈنے نکلے شہِ ابرارؑ جگہ
بولی کربل کی زمیں وقف ہے سرکارؑ جگہ

وارثِ حمزہؓ و حیدرؑ کے اگر ہاتھ میں ہو
وار کرتی ہے بہت دیکھ کے تلوار جگہ

جائے عبرت رہی بے گور و کفن لاشِ یزید
یوں تو کہنے کو تھی دوگز اُسے درکار جگہ

روح جاتی ہے محبوں کی ، حضوری کے لیے
جسم رہ جاتا ہے گھیرے ہوئے بیکار جگہ

اپنے دامن کو ہیں پھیلائے عزادارِ حسینؑ
دیکھ کیا خوب ہے اَے چشمِ گہر بار جگہ

طالبِ اذن ہوں کب سے سرِ دربارِ حسینؑ
پائیں گے دیکھنا اک دن مرے اشعار جگہ

منتیں اور مرادیں لیے چل سوئے نجف
اس سے بہتر نہیں دنیا میں مرے یار جگہ

منتظر ہے تری اب آلِ نبیؐ کی دہلیز
نذر کرنے کو یہی ہے دلِ بیمار جگہ

پنجتن قبر میں ہیں میری تشفی کے لیے
گوشہءِ باغِ ارم ہے یہ ہوادار جگہ

میرے آقا کے ہے قدموں میں وہ مدفن میرا
خواب میں جو نظر آئی ہے کئی بار جگہ

کربلا کا ہے مدینے سے سفر اب درپیش
دیکھ اپنے لیے خسروؔ، مرے غم خوار جگہ

(2016)

سلام

ہُوا کچھ دیر گُل رہ کر جو خیمے کا دیا روشن
زمیں روشن، فلک روشن، ہوئی ساری فضا روشن

نقوشِ پا کسی کے راہِ حق میں جگمگاتے ہیں
کوئی آواز دیتا ہے کہ ہے یہ راستہ روشن

کبھی جب پنجتن سے لو لگائی ہے مرے دل نے
ہُوا ہے پنج حرفی ایک نامِ کربلا روشن

کٹے شانوں کی آئیں نگلیاں کچھ ایسے حرکت میں
وفا کا لفظ ریگِ نینوا پر ہوگیا روشن

سجا جس نام کی تختی سے دل میں اک عزا خانہ
اُسی اک نام سے باغِ ارم میں گھر ہُوا روشن

ابوسفیاںؔ کا پوتا وہ ہندہؔ کا جگر گوشہ
نہ اُس کی ابتدا روشن نہ اُس کی انتہا روشن

نسب نامے لیے مشکوک سے ہیں کچھ اُدھر سائے
اِدھر نورِ جمالِ مصطفیٰؐ کا آئینہ روشن

ضیا بخشی مری آنکھوں کو روضے کے تصور نے
زیارت کی تمنا نے مرے دل کو کیا روشن

حسین ابنِ علیؑ آقا ہیں میرے میں غلام اُن کا
بلاوہ آئے گا خسروؔ کہ ہے میرا پتہ روشن

سلام

ہر صبح عبادت تھی ہر اک شام عبادت
انصارِ حسینی کا تھا بس کام عبادت

چہرے سے نہ ہٹتیں تھیں نگاہیں کہ یقیں تھا
چہرے کی زیارت کا ہے اک نام عبادت

اس طرح تھی پیاسوں کی عبادت شب عاشور
جس طرح ہو کوثر کا بھرا جام عبادت

سجدے میں اگر سر ہے تو کٹنے کا نہیں ڈر
کربل کے شہیدوں کا ہے پیغام عبادت

ہو جائے گی مولا کے بھی روضے کی زیارت
آسان بناتی ہے ہر اک کام عبادت

یہ مجلس و ماتم بھی عبادت میں ہے شامل
کیوں چھوڑ رکھی ہے دلِ ناکام عبادت

خسروؔ کبھی تم آخرِ شب اُٹھ کے تو دیکھو
دیتی ہے تھکے ذہن کو آرام عبادت

(2017)

◇◇

سلام

کہا لبیک جب حُرؑ نے حیاتِ جاودانی کو
مبارکباد دی بڑھ کر قضا نے زندگانی کو

مرے لہجے کی حدت نے کیا ہے دل کو خاکستر
جلے خیموں سے نسبت ہے مری شعلہ بیانی کو

ذرا دیکھو تو کیا عونؑ و محمدؑ جنگ کرتے ہیں
گلے بڑھ کر لگایا ہے لڑکپن نے جوانی کو

ہُوا پامال گھوڑوں سے حسنؑ کے لال کا لاشہ
زمیں رکھتی ہے سینے سے لگا کر اس نشانی کو

صفائی کیا بیاں ہو تیغ عباسؑ دلاور کی
کہ جیسے ماہیِ آبِ رواں کاٹے ہے پانی کو

عدو گھبرا کے بولے ذوالفقارِ حیدری چمکی
سروں کا دے دو فدیہ اس بلائے آسمانی کو

چلا منہ پھیٹ کر کہتا ہوا یہ قاصدِ صغراؑ
سناؤں گا بھلا میں کس زباں سے اس سنانی کو

بڑھے جب عابدؑ بیمار اپنا کارواں لے کر
توانائی تجل تھی دیکھ کر اس ناتوانی کو

دعا خسروؔ کی ہے رکھے ظہورِ مہدیؑ دیں تک
خدا آباد ہر مومن کو اس مجلس کے بانی کو

سلام

نہ کیوں مہمیز ہو یہ غم مری شعلہ بیانی کو
کہ لازم ہے یہ ذکرِ کربلا خوں کی روانی کو

درِ خیمہ سے رہ رہ کر صدا زینب کی آتی تھی
ارے ملعون اب تو چھوڑ دے زہراؑ کے جانی کو

ہیں تازہ آج بھی خونِ دلِ مظلوم کے چھینٹے
زمیں کہتی ہے رکھوں گی میں تازہ اس نشانی کو

زمیں چُپ ہے، فلک تُو ہی بتا دیکھا تو ہے تُو نے
نظر کس کی لگی مقتل میں اکبرؑ کی جوانی کو

زبانِ خشک ہونٹوں پر پھرا کر طفل ہے گویا
زمانہ یاد رکھے گا مری تشنہ دہانی کو

بجائے اشک آنکھوں سے لہو خسروؔ ٹپکتا ہے
نہ کیوں لکھوں میں اپنے خوں سے اس سچی کہانی کو

◇◇

سلام

آلِ نبیؐ نے اپنے بھرے گھر لٹائے ہیں
اسلام کی بقا کے لیے سر کٹائے ہیں

آرام کی طلب ہے نہ عیش و طرب کی فکر
اَے مومنو بُکا کرو، دن غم کے آئے ہیں

بالی سکینہؑ کرتی تھی فریاد بابا جان
شمرِ لعیں نے میرے طمانچے لگائے ہیں

کانوں سے بالیاں بھی اُتاری ہیں کھینچ کے
خیمے بھی بیکسوں کے انہوں نے جلائے ہیں

سینے پہ برچھی کھا کے یہ اکبرؑ نے دی صدا
ہم آج آپ اپنے لہو میں نہائے ہیں

بابا قسم ہماری ذرا جلد آیئے
نانا بھی خُلد سے ہمیں لینے کو آئے ہیں

لاشہ جوان بیٹے کا اور باپ کا یہ سن
پکڑے کبھی کمر، کبھی میت اُٹھائے ہیں

منشا تھی سربلند رہے دین کا علم
سقائے اہلِ بیت نے بازو کٹائے ہیں

مشکیزہ چھلنی دیکھ کے زینبؑ نے کی بُکا
عباسؑ نے کلیجے پہ سب تیر کھائے ہیں

جو شانِ اہلِ بیت میں خسروؔ کہے ہیں شعر
وہ شعر آخرت میں مرے کام آئے ہیں

◇◇

سلام

رُکنے لگی ہے سانس بھی ہر ہر قدم کے ساتھ
دل ڈوبنے لگا ہے مرا شامِ غم کے ساتھ

نامِ حسینؑ، نامِ حسنؑ، نامِ فاطمہؑ
نامِ علی، نبی بھی لبوں پر ہے دم کے ساتھ

کل کی طرح سے آج بھی اس کربلا کے بیچ
زندہ یزید دہر ہیں اپنے ستم کے ساتھ

آقا کی اک نگاہِ تلطف کا معجزہ
قائم مرا وقار ہے، میرے بھرم کے ساتھ

خسروؔ نصیب میں ہے شفاعت حضورؐ کی
دل کو یقین ہے مرے اُس کے کرم کے ساتھ

(2011)

سلام

کیسے عیاں نہ ہوگی فضیلت امامؑ کی
اسلام کی بقا ہے شہادت امامؑ کی

نیزے پہ سر تھا یا تھا قرآں بولتا ہوا
اک درس دے رہی تھی قیادت امامؑ کی

خالی تھیں وقتِ عصر صفیں، مقتدی نہ تھے
دنیا کو یاد ہے وہ امامت، امامؑ کی

لاشیں پڑی ہوئی تھیں شہیدوں کی دور تک
روحوں کو بھی نصیب تھی نصرت امامؑ کی

رکھتی ہے مجھ کو کینۂ و بغض و حسد سے پاک
پہلو گداز کرتی ہے الفت امامؑ کی

خسرو، وہ دل بھی دل نہیں خالی مکان ہے
جس دل میں گھر کرے نہ محبت امامؑ کی

سلام

سرِ مژگاں جلے خیموں کی اک تصویر باقی ہے
مری آنکھوں میں اب تک راکھ کی تحریر باقی ہے

ہے اندازہ کہ جس نفرت سے کھینچا اُس نے چلّے کو
کماں ٹکڑے ہوئی ، بازو میں ٹوٹا تیر باقی ہے

امامِ وقت سے بولی اجل آقا اجازت ہے
ابھی اس قافلے میں اصغرِؑ بے شیر باقی ہے

نگاہوں ہی نگاہوں میں کہا اصغرؑ نے بابا سے
لکھا ہے جس پہ میرا نام وہ اک تیر باقی ہے

دمِ رخصت کہا چُپ دیکھ کے بھائی کو خواہر نے
پریشاں مت ہوں بھیا آپ کی ہمشیر باقی ہے

یزیدِ دہر اتنا خوش نہ ہو قتلِ شہِ دیں سے
ابھی رنگِ خطابِ زینبِ دلگیر باقی ہے

سُنی جاتی ہے کوفے میں اذانِ صبحِ عاشورہ
سوادِ شام میں آوازۂ زنجیر باقی ہے

گھروں میں گھر ہے روشن آج بھی بنتِ پیمبر کا
چراغوں میں چراغِ آیۂ تطہیر باقی ہے

بہت آسان ہے پہچانِ چہرے سے منافق کی
اگر اس دل میں خسرو الفتِ شبیرؑ باقی ہے

سلام

(سکینہ بنتِ حسینؑ)

مات ہے ہر چال میں، ناکام ہر تقدیر ہے
ٹوٹ کے بکھرے ہیں سپنے، منتشر تعبیر ہے
بغض سے چھلنی جگر، دل میں حسد کا تیر ہے
دشمنِ آلِ نبیؐ ہر حال میں دلگیر ہے

لوحِ پیشانی پہ قدرت کی یہی تحریر ہے
پیشِ حق ننھی سکینہ کی بڑی توقیر ہے

بالیاں کھینچیں، طمانچوں سے کیا رخسار لال
شدتِ درد و الم سے ہوگئی کم سن نڈھال
کس قدر بے رحم تھا شمرِ لعین و بد خصال
آئی ہاتف کی صدا ہے، ہے نبیؐ کی یہ آل

اس لقب میں رمز و رازِ آیۂ تطہیر ہے
پیشِ حق ننھی سکینہ کی بڑی توقیر ہے

باپ کے سینے کی گرمی یاد جب آتی رہی
فرشِ زنداں کی جو سختی تھی وہ پگھلاتی رہی
منہ پھپھی کے منہ پہ رکھ کے دل کو بہلاتی رہی
حکمِ رب لے کر قضا آتی رہی، جاتی رہی

فدیۂ راہِ خدا اب دخترِ شبیرؑ ہے
پیشِ حق ننھی سکینہ کی بڑی توقیر ہے

سوئے مقتل کر کے رُخ روتی تھی جب وہ ناتواں
جھڑکیاں دیتے تھے درباں الحفیظ و الاماں
کمسن و مظلوم تھی بے بس، نحیف و ناتواں

صابر و شاکر بہت یہ دخترِ شبیر ہے
پیشِ حق ننھی سکینہ کی بڑی توقیر ہے

سلام

(رسمِ شبیری)

اجل کے وار کا ڈر ہو نہ خوفِ ضربِ شمشیری
حبیبِ ابنِ مظاہر کی اگر نظروں میں ہو پیری

یزیدِ دہر کے آ کر مقابل ایک دن تُو بھی
دیارِ بیوفاؤں میں وفا کر رسمِ شبیری

مجھے کوئی نہ روکے جب درِ جنت پہ میں پہنچوں
محبّ ہوں آپ کا دیجیے مجھے بھی حکم تحریری

خدا ملتا ہے خود اُس سے کٹے سجدے میں سر جس کا
وہ دورِ نوجوانی ہو کہ عہدِ طفلی وہ پیری

غلامِ حُر ہوں، اپنی سوچ میں آزاد رکھتا ہوں
نہ دل ہے غالبیؔ میرا نہ میرا ذہن ہے میرتیؔ

شعورِ زندگی پیدا ہُوا نہج البلاغہ سے
ہوئی ذکرِ حسین ابنِ علیؑ سے فکر تعمیری

کبھی اقبالؔ کو پڑھتا ہوں مولا کی مودّت میں
کبھی پیشِ نظر رہتے ہیں ارشاداتِ ہجویریؔ

مُریدِ بُوترابی ہوں کسی کی کیوں کروں بیعت
مبارک ہو تجھے تیری مُریدی اور یہ پیری

گیا وہ دین و دنیا سے لیے بغضِ علیؑ دل میں
مقابل حق کے جب آیا تو کہلایا ہے تکفیری

خدا کی جستجو ہے گر تو اَے مردِ خدا پہلے
"نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیریؔ"

خدا خود تجھ سے پوچھے گا بتا تیری رضا کیا ہے
سرِ نیزہ سے ہوں گے جب ادا الفاظِ تکبیری

یہ آنکھیں خون روتی ہیں بہتر کی شہادت پر
تڑپتا ہے اسیروں کے لیے یہ قلبِ تنجیری

برہنہ پیٹ پر وہ تازیانے، طوق گردن میں
جو زینت دست و پا کی تھا الگ زیور وہ زنجیری

ثوابِ تعزیہ داری ہو حاصل اہلِ مجلس کو
دعا خسرؔو کی ہے یارب ملے منصب یہ توقیری

قطعات

قدم قدم پہ لٹاتی گہر گئی خوشبو
لیا جو نامِ محمدؐ بکھر گئی خوشبو
درود پڑھتے ہی دل کی کلی کھلی، خسروؔ
گلِ مراد سے دامن کو بھر گئی خوشبو

◇◇

اوصاف محمدؐ کے ہوں تحریر کہاں تک
کھینچے گی کوئی آنکھ یہ تصویر کہاں تک
خالی ہوئے لفظوں کے خزانوں پہ خزانے
قرآن کی ہوگی بھلا تفسیر کہاں تک

ہر مرحلہ حیات کا آسان ہو گیا
کیسا حسین خواب تھا، میں جس میں کھو گیا
خسروؔ میں جانکنی میں بھی پڑھتا رہا درود
جاگا بہت تھا دردؔ دوا لے کے سو گیا

ہر ایک دور میں میرے نبیؐ کی برکت سے
ہے مالا مال زمانے میں سرزمینِ عرب
حضورِ پاکؐ کے قدموں کے ہیں نشاں روشن
چمک رہی ہے جبینوں میں اک جبینِ عرب

آبرو ہر قوم کی ہے، عظمتِ انسان ہے
سچ بھی ہے خسروؔ یہی، اپنا بھی یہ ایمان ہے
آلِ عمرانؑ ہوں یا اولادِ ابو طالبؑ کہیں
نسلِ آدم پر یہ ان کا آج بھی احسان ہے

زباں سے کیا ہو بیاں شانِ حیدریؑ، خسروؔ
ہے ختم نام پہ اُن کے دلاوری، خسروؔ
خدا نے جس کو عطا کی بہادری کی سند
گماں سے پاک ہے اُس کی بہادری، خسروؔ

دنیا کے تخت و تاج سے بیزار ہم ہوئے
مرکز وہ ذات جب ہوئی پرکار ہم ہوئے
اپنی نگاہ میں کوئی منصب جچا نہیں
جب سے غلامِ حیدرِ کرارؑ ہم ہوئے

◇◇

خدا کے ساتھ سوال و جواب کیا کرتے
سوائے صبر کے اہلِ کتاب کیا کرتے
علیؑ کے واسطے کعبہ بنا زچہ خانہ
اگر نہ مانتے روزِ حساب کیا کرتے

نہ کیوں ہو فرض مسلماں پہ احترامِ علیؑ
لکھا ہُوا ہے ابھی تک وہاں پہ نامِ علیؑ
خدا کے گھر میں ولادت ہوئی، شہادت بھی
کسے ملا ہے یہ اعزاز، بجز امامِ علیؑ

◇◇

اپنے کوزے میں تشنگانِ فرات
آج بھی جوئے آب رکھتے ہیں
کیوں نہ مہکے یہ خاک دانِ بدن
الفتِ بُوترابؑ رکھتے ہیں

◇◇

ہر ابتدا کا پتہ، انتہا سے ملتا ہے
اسی کے در سے، اسی رہنما سے ملتا
ہے ان کے شیر میں شامل شجاعتِ حیدرؓ
یہاں کا طفل بھی شیرِ خدا سے ملتا ہے

◇◇

گزر رہے ہیں عبادت میں روز و شب اپنے
ہے لب پہ نامِ علیؑ اور دل میں یادِ علیؑ
ہوئی ہیں مشکلیں آسان، دور غم اپنے
سدا سے اپنا وظیفہ ہے وردِ نادِ علیؑ

◇◇

یقیں کا نور ہیں، ایماں کی روشنی ہیں علیؑ
نفس نفس کی حرارت ہیں، زندگی ہیں علیؑ
نہ کیوں یہ نام سہارا ہو بے سہاروں کا
وصی رسولؐ کے، اللہ کے ولی ہیں علیؑ

یہی ہیں افضل و اعلیٰ، بزرگ و برتر ہیں
نبیؐ کے بعد یہی وارثِ پیمبرؐ ہیں
قسم خدا کی نہیں ہے کوئی گماں اس میں
کہ شہرِ علم محمدؐ ہیں اور علیؑ در ہیں

علیؑ کا نام لو، بے خوف، بے خطر جاؤ
لبوں پہ نادِ علیؑ ہو جدھر جدھر جاؤ
وہ دیکھو آ گئے مشکل کشائی کو مولا
فلک کی گردشو کچھ دیر کو ٹھہر جاؤ

✧✧

تھی نگینوں کی طرح اس کی گرفت
قبضۂ شمشیرِ جوہر دار بیچ
خندق و خیبر، احد بدر و حنین
کون تھا جز حیدرِ کرار بیچ

✧✧

ذکرِ علیؑ سے مجھ کو ملی فکر و آگہی
باقی جو ہے وہ نسبتِ بنتِ علیؑ سے ہے
عشقِ نبیؐ ہے گر تو ہے ایمان بالیقیں
مشروط پھر بھی الفتِ بنتِ نبیؐ سے ہے

◇◇

غنچوں کی ہے زباں پہ یہ کیسا بھلا سخن
باغِ نبیؐ کے گُل کی مہک ہے چمن چمن
خسروؔ زبانِ خلق ہے نقارۂ خدا
دشمن کے بھی لبوں ہے خلقِ حسنؑ ، حسنؑ

آنکھوں کی ہے خطا نہ ہے نظروں کا یہ قصور
ہر سُو پڑھے لکھوں کی جہالت کا شور ہے
دل منحرف ہیں ورنہ حقیقت تو ہے یہی
دینِ نبی میں بازوئے زینب کا زور ہے

◇◇

گنگ تھی ہر اک زباں، چہرے تھے زرد
تھی جہاں بنتِ علیؑ سرکار بیچ
کون ٹکرائے یزیدِ وقت سے
اب کہاں زینبؑ کوئی دربار بیچ

اَے بیبیو! سنو یہ سخن سب کے نام ہے
جب وقت آپڑے تو یہی حکمِ عام ہے
مردانہ وار بڑھ کے قیادت سنبھال لو
زینبؑ کا عورتوں کو یہی اک پیام ہے

◇◇

قائلِ تقلیدِ دنیا صبح و شامِ پنجتنؑ
اپنی ہر اک سانس ہے اب وقفِ نامِ پنجتنؑ
ٹھوکروں میں اپنی ہم رکھتے ہیں تاجِ خسرواں
جب سے کہلائے ہیں خسروؔ ہم غلامِ پنجتنؑ

وقت اک آیا تھا جب دینِ محمدؐ پر کڑا
ہوگیا سینہ سپر حق کا نمائندہ حسینؑ
صفحۂ ہستی سے باطل مٹ گیا نامِ یزید
حق پرستوں کے دلوں میں ہوگیا زندہ حسینؑ

یزیدِ دہر

جو ذات ہے وہ سراپا زوال ہے تیری
زوال مجھ کو نہیں میں کمال آدمی ہوں
حصارِ آیۂ تطہیر کرتا رہتا ہوں
یزیدِ دہر میں زندہ مثال آدمی ہوں

آ جا مرے رہبر تجھے منزل کی قسم ہے
میں راہ سے بھٹکا ہوں مجھے راہ دکھادے
تاریکی ہر اک سُو ہے زمانے پہ مسلط
غیبت کے جو پردے ہیں انہیں جلد اُٹھادے

اب دینِ مبیں کے ہیں فقط آپ محافظ
اَے مہدیٔ دیں روزِ قیامت کی قسم ہے
یلغار ہے باطل کی ہر اک سمت سے ہم پر
آجایئے حیدرؑ کی شجاعت کی قسم ہے

قیامت سے نہیں کم آپ کی فرقت کے یہ لمحے
ترستی ہیں یہاں پر آپ کے دیدار کو آنکھیں
نگاہیں ڈھونڈتی ہیں ہر طرف اپنے مسیحا کو
مرے آقاؑ اگر آئیں، ملیں بیمار کو آنکھیں

اس ربِ کُل نے، کُل میں سے خود منتخب کیا
محبوبِ کُل کو، کُل کی قیادت کے واسطے
خسروؔ خدا نے شانِ رسالت کے ساتھ ہی
بارہ بھی چُن لئے تھے امامت کے واسطے

ایک اک کر کے مقابل فوجِ باطل کے ہوئے
حق پرستوں نے ادا حق کر دیا شمشیر کا
زندہ پائندہ حسینؑ ابنِ علیؑ، مُردہ یزید
کربلا میں فیصلہ لکھا گیا تقدیر کا

❖❖

نہ کیوں ہو قابلِ صد رشک، صبح و شامِ حسینؑ
سند ہے آج بھی اپنے لیے کلامِ حسینؑ
کہا حسینؑ نے لبیک لا شریک لک
سلام لے کے ملائک چلے بنامِ حسینؑ

❖❖

دشمن ہو کہ ہو یارِ طرحدار، کہو سچ
سو بار سزا ملتی ہو سو بار، کہو سچ
سیکھا ہے یہی ہم نے حسین ابنِ علیؑ سے
سر لاکھ قلم ہو سرِ دربار، کہو سچ

✧✧

قدم قدم پہ ہیں روشن نشانِ پا، دیکھو
نبیؐ کی آل کا یہ زندہ معجزہ، دیکھو
ہزار ظلمتِ شب راہ روکنے آئے
علیؑ کا نام لو اور سوئے کربلا، دیکھو

✧✧

آرام کی ہے فکر نہ سودا ہے چین کا
دلدادہ آجکل ہے یہ دل شور و شین کا
آنکھوں سے اشک بن کے کلیجہ لہو ہوا
جب بھی کسی نے نام لیا ہے حسینؑ کا

✧✧

دروغہ سے کہا جنت کے یہ حسنینؑ اپنے ہیں
انہی کے سب غلامِ سرورِ کونینؐ اپنے ہیں
یہی اپنا عقیدہ ہے، یہی دل کا یقیں خسرو
محمدؐ اور علیؑ و فاطمہؑ، حسنینؑ اپنے ہیں

اپنے یہ اشک راہِ وفا کے چراغ ہیں
باعث نجات کا یہی ذکرِ حسینؑ ہے
اسلام کی بقا ہے شہادت کا فلسفہ
شامل غمِ حسینؑ میں، فکرِ حسینؑ ہے

◇◇

یہ درس دیا اصغرِؑ بے شیر نے ہم کو
خواہ کیسا ہی چھوٹا ہو، بڑا ہو کے، کہے سچ
قانون ہے اس دن سے کہ لاکھوں کے مقابل
ہے جیت اسی کی جو کھڑا ہو کے، کہے، سچ

◇◇

کیسے سمائے اب کوئی چہرہ نگاہ میں
اس دل میں بس گئی ہے جو صورت حسینؑ کی
کرتی ہے وار آج بھی کھل کر یزیدیت
کل بھی تھی آج بھی ہے ضرورت حسینؑ کی

◇◇

آگیا دیکھو علم عباسؑ کا
آج پھر تازہ ہے غم عباسؑ کا
لے کے مشکیزہ چلا سوئے فرات
اے خدا رکھیو بھرم عباسؑ کا

علم اُٹھائے جو دریا کو علمدار چلے
سکینہ بولی کہ عموں مرے اُس پار چلے
فلک کی سمت اُٹھا کر نگاہ بولے حسینؑ
اکیلا چھوڑ کے بھائی مرے غمخوار چلے

◇◇

سوئے فرات چلے ہو، لیئے علم بھائی
بتا تمہارے لبوں پہ رہے گا دم بھائی
مرے امام نے حسرت سے آہ بھر کے کہا
تمہارے بعد بھلا کیا جئیں گے ہم بھائی

ہے طشت میں اک سر، سرِ دربار مرے یار
اور سر پہ لہو رنگ ہے دستار مرے یار
دیکھو تو زباں خشک، دہن تیر سے چھلنی
سوچو تو ہے صحرا گل و گلزار مرے یار

◇◇

میں تخت کا وارث نہ طلبگار مرے یار
پھر بھی ہیں مرے قتل پہ تیار مرے یار
بھولے سے نہ کرنا کبھی شب خوں کا ارادہ
ہیں سائے سے اپنے بھی خبردار مرے یار

کس قدر مضبوط تھیں دورِ اسیری میں بھی آپ
آپ کی آمد کا سُن کر تھی صفوں میں کھلبلی
دیدنی تھا حالِ ابنِ معاویہ بھی اُس گھڑی
زرد چہرہ، تھرتھراتا جسم، دل میں کپکپی

بی بی جو آئیں، خوف سے سب کانپنے لگے
جاگی دلوں میں خطبۂ زینبؑ سے بیکلی
بیساختہ یزید کے منہ سے نکل گیا
بنتِ علی بھی جوشِ خطابت میں ہیں علی

کٹ گئے عباس کے بازو، کٹا حلقِ حسین
بھائی کے لاشے کو دیکھا، بھائی کی ہمشیر نے
قاسم و عون و محمد، اصغر و اکبر شہید
کیسے کیسے زخم کھائے زینب دلگیر نے

بھتیجی کو پھپھی جب ڈھونڈنے نکلیں تو یہ دیکھا
بہت آرام وہ بستر سے چھٹی نیند میں گم ہے
اِدھر جلتے ہیں خیمے اور اُدھر معصوم اک بچی
پدر کے لاشہ بے سر سے چمٹی نیند میں گم ہے

کل تلک قائم تھی جس کی ذات سے
رونقِ باغِ حسین ابنِ علیؑ
شاخِ گل سے ہوگئی اک دن جدا
العطش کہتی ہوئی نازک کلی

کردیئے زینبؑ نے دونوں لال بھائی پر نثار
اللہ اللہ کس قدر تھا حوصلہ ہمشیر کا
ایک عورت نے قیادت کا اُٹھایا جب علم
بوجھ ہلکا ہوگیا بیمار کی زنجیر کا

مسلک کوئی بھی ہو نہیں اس سے ہمیں غرض
ملت کی شان، دین کی پہچان ہے وہی
غم کو حسینؑ کے جو سمجھتا ہو اپنا غم
اپنی نظر میں صاحب ایمان ہے وہی

جو ستم توڑے یزیدی فوج نے
یاد ہیں وہ سب خرافاتِ عمل
آج جو کچھ ہو رہا ہے شام میں
اس کو کہتے ہیں مکافاتِ عمل

مصنف کی دیگر کتابیں

- انتخابِ کلامِ ناطق بدایونی (مرحوم) — اشاعت 2010ء
- طلسم مٹی کا... (غزلیں) — اشاعت 2016ء
- آنکھ کی پتلی میں زندہ عکس... (نظمیں) — اشاعت 2017ء
- ستارے توڑ لاتے ہیں... (نظمیں) — اشاعت 2017ء
- آئینہ چہرہ ڈھونڈتا ہے... (غزلیں) — اشاعت 2017ء
- فرصتِ یک نفس... (قطعات) — اشاعت 2017ء
- کند قلم کی جیبھ... (مضامین) — زیرِ اشاعت